

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شوکی سیار بیان

راج محل

اشتیاق احمد

دلاح گل

اشتیاق احمد



السلام علیکم :

دو باتیں

اپ کو اگر ہر ماہ کھتے نادل
کے مرٹ دو باتیں لکھنا پڑتیے تو
بھی کے بھاگ کھٹ ہوتے۔

ایک باتیں جو سے لوکنی نادلوں کی ہر ماہ دو باتیں لکھنا پڑتیے ہے
اور الجھے نکل دلانا ہوا ہوئے۔ دیسے جس تو یہ ہے کہ یہ صفحوں کی
ہوئے چکر بہت آتے ہیں اور میں خود کو چکر دلوں کا مرضیے خال
کرنے لگتا ہوں۔ ہے ڈا جیب بات۔ یعنی چار نادل کے کر تو
چکر آتے ہیں۔ چار صفحات لکھ کر چکرانے لگتا ہوں۔ شکل یہ ہے کہ
اپ کا گزارا جائے ان دو باتیں کے بینیں نہیں، لہذا مجبور ہوئے
جب تک نادل لکھتا رہوں گا، دو باتیں بھی لکھنا پڑتے گے۔
اب آپ یہ کہ ایٹھے گے کہ اسے ہاریں نہ دو باتیں میںے ”
باتیں کا ہی موضع چنے یا ہے۔ یہ بات غلط بھی نہیں۔
ادھر مجھ پر ازمات کے بھرا ہے۔ یار لوگ نہ نہیں اور جیب د
غزیب قسم کے ازمات عاید کر رہے ہیں۔ مجھے بیٹھے بھائے ایک
شکر نامہ آگیا ہے، بے کار جو ٹھرا۔ فرمات کے لمحات جو میرے
پاس ہے تھا شاہوتے ہیں۔ اب ان لمحات میںے آپ کے
لگائے ہوئے ازمات ہیں سے دل بھلا کر دیا گا، لہذا آپ سب کا
شکر گزار ہوئے جو مجھے ازمات سے نواز رہے ہیں۔

دھمکی

”میری ایک تجویز ہے۔“ افتاب نے مکا ہوا میں درلتے ہوئے کہا۔
”یکن تجویز کا مکا مرانے سے کیا تعلق۔ مکا تو تقریر کرتے
وقت ہرایا جاتا ہے۔“ اخلاق نے بُرَا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔
”میں تجویز کی تقریر کرنے کے موڑ میں ہوں۔“ افتاب نے بھی
جواب میں منہ بنایا۔

”ہم سمجھے نہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہوئے اشفاق نے جلدی سے
کہا۔

”میری باتیں سمجھنے کے لیے ذرا ذہن پر زور دینے کی ضرورت
ہے۔“ مربانی فرما کر تینوں اپنے اپنے ذہن پر زور دیں۔
”چلو، دے یا زور۔“ میں نے آنکھیں نکالیں۔
”ہات دراصل یہ ہے، میں چاہتا ہوں، ہم اپنے بورڈ پر ایک
جو لکھوائیں۔“ آخر اس نے کہا۔
”اور وہ جلد کیا ہے؟“ اخلاق بولا۔

سے

” بدیز، میں تمیں زلزلہ نظر آتی ہوں ۔ انہوں نے آنکھیں نکالیں۔
” ہرگز نہیں اتنی جان، آپ تو ہماری بہت ہی اپھی اتنی جان
ہیں۔ بھلا زلزلے کو آپ سے کیا تسبیت اور پھر زلزلہ کوئی نظر
آنے والی پیزیر تو ہے ہی نہیں۔ ” آفتاب نے جلدی پڑا کہا۔
اتی جان اسے گھور کر رہ گئیں، پھر سنجیدہ لمحے میں بویں:
” میں ایک بات پر سنجیدگی سے غور کر رہی ہوں ۔
” یہ تو بہت خوشی کی بات ہے اتنی جان۔ اشفاق نے خوش
ہو کر کہا۔

” کون سی بات؟ اتنی بات نے بے خیالی میں کہا۔
” یہ کہ آپ کوئی بات سنجیدگی سے سوچ رہی ہیں؟
” ہاں، لیکن یہ بھی تو پوچھو، وہ کیا بات ہے؟ انہوں نے
بُرا سامنہ بنایا۔
” پوچھنے کی بھلا کیا ضرورت۔ بتانے کے لیے ہی تو آپ نے
بتایا ہے۔ ” آفتاب نے احتیاط انداز میں کہا۔
” بتانے کے لیے ہی تو بتایا ہے، یہ کیا جملہ ہوا۔ ” اخلاق نے
سیرت زدہ ہو کر کہا۔

” پتا نہیں۔ ” آفتاب نے گندھے اچکائے۔
” تم چاروں میں یہ بہت بڑی بات ہے، بال کی کھال تو
اتارتے ہی ہو، بات کی کھال بھی اتارتے پلے جاتے ہو اور دوسرے

” یہ کہ۔ یہاں معاوضہ کام مکمل کرنے کے بعد وصول کی جاتا
ہے، بلکہ جتنا معاوضہ آپ دیتے پر آزاد ہوں، اس سے بھی نصف
یا چاٹا ہے، وہ بھی س مشکل سے۔ کیونکہ ازاد ہم نصف سے
بھی کم یعنی کارکھتے ہیں۔ ” اس کا لمحہ جلا کٹا تھا۔
” میکن اتنا ملبا جلد تو پورڈ پر آئے گا ہی نہیں۔ ” اشفاق نے
گھبرا کر کہا۔
” اور ہم یہ جلد لکھوائیں گے بھی نہیں۔ ” میں نے تیز لمحے میں
کہا۔

” بھی وہ کیوں، کیا اس ادارے کا اصول یہی نہیں ہے؟
” بے شک ہے، میکن ایسا جلد لکھوائنا خود نہایت ہو گی اور دکھافے
کو اللہ تعالیٰ رحیم و کریم پسند نہیں کرتے۔ ” اشفاق نے دعڑا کرنے
کے انداز میں کہا۔
” یہ کیا تقریر ہو رہی ہے؟ ” اسی وقت اتنی بات کی آواز سنائی
وی اور وہ ایک دم دفتر میں آگئیں۔ ہم بوکھلا ہستے میں جو اٹھے
تو کرسیاں تیزی سے پیچھے لکھ گئیں اور اشفاق کی کرسی تو
الٹ ہی گئی، جسے ارشد نے جلدی سے آگے بڑھ کر اٹھایا۔

” کیا تمہارے دفتر میں زلزلہ آگیا ہے؟ ”
” نہ نہیں تو اتنی جان، دفتر میں تو آپ آئی ہیں۔ ” آفتاب
نے فوراً کہا۔

"کیا مناسب نہیں ہو گا۔ یہ کیا باتیں ہو رہی ہیں، مال
بیٹوں میں۔ ذرا میں بھی تو سنوں ت اندرونی دروازے میں سے
اپا جان کی آواز سنائی دی۔

"اوہ ہو، آپ آگئے، چلیے آپ کو کھانا دوں۔" امی جان
نے گھر کر کما۔ ابا جان صبح سے کہیں گئے ہوئے تھے۔

"کھانا بعد میں، پہلے معلوم تو ہو، کیا مناسب اور غیر مناسب
بات ہو رہی ہے۔"

"امی جان چاہتی ہیں، ہم ادارہ بند کر دیں۔"

"یکوں، کیا بات ہے؟ وہ ان کی طرف مڑے۔"

"ان کا خیال ہے، ہم خطرات سے کھیلتے ہیں۔"

"پھر کیا ہوا، تم اپنا کام جاری رکھو، میں تمہاری اقی کو سمجھا
لوں گا۔" انہوں نے امی جان کا بازو پکڑا اور دروازے کی طرف
مڑ گئے۔ عین اسی وقت ایک بہت بیپی کار دفتر کے دروازے
پر آ کر رکی۔ دونوں نے جدی سے مردگر کار کی طرف دیکھا اور
جیران رہ گئے۔

"دیکھا، میں غلط تو نہیں کہتی....."

"امی جان، ہر بانی فرا کر ہمیں کیس حاصل کر لیتے دیں۔" میں
نے جدی سے کما اور وہ ابا جان کے ساتھ اندر چل گئیں۔ اسی
وقت ہم نے کار کے ڈرائیور کو اترتے دیکھا۔ پیچے اتر کر اس نے

کی سنتہ ہی نہیں۔ اس لیے میں یہ کہا کرتی ہوں، تم چاؤں
کسی کام کے بھی ہو یا بالکل نکھے ہی ہو۔"

"امی جان، کیا آپ کو ہم سے کوئی کام ہے؟" اشغال نے
لچکا کر کما۔

"نہیں احمد، یہ تو میں مثال کے طور پر کہہ رہی ہوں:
"آپ نے بتایا نہیں امی جان، وہ کیا بات ہے جو آپ
سبھیگی سے سوچ رہی ہیں۔"

"یہ کہ اب تم ووگ لپٹا یہ ادارہ بند کر دو۔"
"جی کیا فرمایا، ادارہ بند کر دیں، یعنی شوکی ایڈٹ کو کو بند
کر دیں تے میں بھوپنگلا رہ گیا۔"

"ہاں، میں نے محسوس کیا ہے، یہ کام جان جو حکومی کا ہے۔
تم ووگ کئی بار خطرات میں گھر چکے ہو۔" انہوں نے دکھ بھری آواز
میں کما۔

"پھر کیا ہوا امی جان، خطرات سے کھیندا ہی تو زندگی ہے۔"
"تمہارے ابا جان پہلے ہی بے شمار خطرات سے کھینتے رہے میں۔
اب میں تم ووگوں کو خطرات سے کھینتے نہیں دیکھ سکتی۔" انہوں نے کہا۔
"یہکن امی جان، اب تو ہمایا ادارہ چل نکلا ہے، ہمیں کیس
ملنے لگے ہیں۔ ہم کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔ ان حالات میں ادارہ
بند کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہو گا۔"

"کیا مطلب، آپ شوکی ہیں اور یہ شوکی اینڈ کو کے لادکن ہیں؟"
اس کے بچے میں حیرت لختی۔

"بھی ہاں، آپ ٹھیک سمجھے۔ میں جلدی سے بولا۔
میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ کوئی بچوں کا ادارہ ہو گا۔

میں جس کام کے لیے آیا ہوں، وہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"یہ ادارہ بھی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

"شکریہ۔" اس نے ایک ہٹلے سے اٹھتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف مڑا۔ میں بوکھلا گیا۔

مذا جلدی سے بولا:

"آپ بتائیے تو سی۔ ہم آپ کی ہر گونن خدمت کے لیے تیار ہیں۔"

"کیا فائدہ، میں جاتا ہوں۔ آپ یہ رے کسی کام نہیں آسکیں گے۔"

"یہ بات اس وقت تک کسی طرح کمی جا سکتی ہے۔ جب تک آپ ہمیں پوری بات نہ بتا دیں۔ اشناق تملا کر بولا۔
وہ اس کی تملاہٹ سن کر داپس مڑا اور ہمیں گھورتے ہوئے بولا۔"

"میرا کام جان جو کھوں کا کام ہے اور ایسا کام کوئی بہت طاقت ور جا سوں ہی کر سکتا ہے۔ تیس تو وہ ٹیکیوں میں مسل وے ہیں۔ اشناق نے بھری طرف اشارا کیا۔"

پچھلا دروازہ کھولا۔ اس وقت ہم سے دیکھا، کار کی پیشی سیٹ پر ایک پتلا دبلا اور درمیانے قدر کا آدمی بیٹھا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ باہر نکل آیا اور تیز تیز چدتا دفتر کے دروازے کی طرف آیا۔ ہم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اس نے ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی بیس دیکھا، پھر میرے سامنے والی غالی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا، لیکن ہوتے اب بھی نہ ہلے۔ جب پورا ایک منٹ گزر گیا اور اس نے پھر بھی کچھ نہ کہا، بلکہ ہماری طرف دیکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی تو مجھ سے رہا نہ گیا۔ پھنسنی پھنسنی آوازیں کہاں:

"یہ شوکی اینڈ کو کا دفتر ہے جناب، فرمائیے، ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟"

"کیا واقعی یہ شوکی اینڈ کو کا دفتر ہے۔" آخر اس کی آواز نے ہمارے کافنوں میں رس گھول ہی دیا۔

"بھی ہاں، اس میں ایک فیصد بھی شک کی کچھ نہیں۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"تو پھر مجھے شوکی صاحب سے ملوا دیں۔ بلاجیے انہیں۔" وہ بولا۔

"انہیں بلانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ آپ کے سامنے موجود ہیں۔ اشناق نے بھری طرف اشارا کیا۔"

گاہ: اس نے نفدت سے ہونٹ سکوڑے۔ پتا نہیں، نفدت کا یہ احمدار ہم سے تھا یا اس سے جو ہمیں چلکیوں میں ملنے کی طاقت رکھتا تھا۔ دیسے اس کی بات سن کر ہمارے دل دھک دھک ضرور کرنے لگے تھے، یکوئی ہم ایسے لوگوں سے بہت گھبرا تے تھے جو دوسروں کو چلکیوں میں مسل دیں، امدا میں نے کہا:

”دھک، کس کی مجال ہے جو ہمیں چلکیوں میں مسل دے: میرے بھے میں پہلا بیٹھ شامل ہو گئی۔“

”اور کیا، ہم کوئی پھیونٹیاں تو ہیں نہیں۔“ اخلاق بول اٹھا۔

”وہ بہت خوف ناک ہے۔ ایک خونی ہے، قاتل ہے، اس قدر بے رحم ہے کہ میں اس کی بے رحمی کو بیان نہیں کر سکتا۔“

”اس کی آئنی تعریفیں سن کر اس سے فرد اعلیٰ کی خواہش پیدا ہو گئی ہے۔ آپ اپنا کام بتائیں یا نہ بتائیں، اس کا نام پتا ضرور بتاویں، تاکہ ہم اسے دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا سکیں۔“ آفتاب خوش ہو کر بولا۔

”تم میرے انفاظ سن کر خوف زدہ نہیں ہوئے؟“ اس نے حیران ہو کر کہا۔

”اجی، خوف کس چڑیا کا نام ہے۔“ اشفاق نے دینگ ماری؛ حالانکہ ہم سب کا مددے خوف کے بُرا حال تھا۔

”ایک ایسی چڑیا کا پو بادشاہوں کے دلوں میں سب سے پہلے

گھومندلا بناتی ہے۔“ اخلاق فلسفیا نہ امداز میں بولا۔
”بھی، تم ہر بات میں فلسفہ نہ گھیٹا کر دے۔“

”اچھا، اب کس کس بات میں.....“
اخلاق کی بات مکمل نہیں ہوتی تھی کہ وہ کمرے سے نکل گی
اور کار کی طرف بڑھا۔

”ارے ارے، یعنی تو۔“ میں چلا کر رہ گیا، مگر اس نے ٹرکر بھی نہ دیکھا۔ آئنی دیر میں اس کا ڈرائیور کار کا پچھلا دروازہ کھول چکا تھا۔ ہم نے اسے کار میں بیٹھتے دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے ڈرائیور نے آواز کے ساتھ دروازہ بند کیا اور پھر ڈرائیورنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار آگے بڑھا دی۔ ہم ایک دوسرے کامنہ ہی تھتھے رہ گئے۔

”یہ پہلا ٹکڑا ہے تھا جو ہمارے ناتھ سے نکل گیا، دوڑہ ایک بار دفتر میں آنے کے بعد آج تک کوئی اس طرح نہیں گیا۔“ میں نے دکھ بھرے بھے میں کہا۔

”یکن اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔“ اخلاق نے کہا۔

”چلو، اچھا ہی، ہوا۔“ ایک خوف ناک آدمی کے ناتھوں پڑھنے سے بدل یال نجع گئے۔“ اشفاق نے سکون کا سافن یا۔

”یکن میں حیران ہوں۔“ آفتاب نے کہا شروع کیا ہی تھا کہ دروازے پر ایک سیاہ رنگت کا آدمی نظر آیا۔ چند سیکنڈ تک وہ ہمیں کھا جانے والی نظروں سے گھورتا رہا، پھر اندر داخل ہوئے

”افسوس، آپ کو آتا بھی معلوم نہیں۔ اور آپ نے ابھی تک تشریف نہیں رکھی۔“

”لو رکھلی۔ اور کان کھول کر سُن لو۔ میں بہت بُری ہوں پیش ہوں گا، اگر تم نے یہ سوالات کے جواب نہیں دیے۔ اور میرا پہلا سوال یہی ہے کہ سیٹھ ہاشم تم لوگوں کے پاس کیوں آتا تھا۔“ اس نے کرسی پر بیٹھ کر گولڈ ہمپ پر احسان کیا۔ ”کاش ہیں معلوم ہوتا، وہ یہاں کس یے آئے تھے؟“ آنکاب نے سرو آہ بھری۔

”کیا مطلب؟“ وہ چونکا۔ ”ارشد، چائے لاؤ۔“ میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہ ”بھی اچھا۔“ ارشد فروڑا۔ اٹھا۔

”یہ تم چائے کس کے لیے منگوارہے ہو۔“ میں یہاں چائے دائی پہنچنے نہیں آیا۔“ ”ولئے تو خیر ہم آپ کو پلا بھی نہیں رہے۔“ اشناق نے بُر سامنہ بنایا۔ اسی نے اشناق پر تیز نظر ڈالی، پھر بولا:

”میرے سوال کا جواب ابھی تک نہیں ملا۔“ ”اگر سیٹھ ہاشم اس شخص کا نام ہے جو ابھی مظہری دیر پہلے شیوری بیٹے کار میں یہاں تک آیا تھا، تو سُن بھی۔“ اس نے ہمیں کچھ بھی نہیں بتایا۔ وہ کوئی کام تو ضرور لینا چاہتا تھا، میکن ہمارے

ہوئے بولا:

”وہ یہاں کیوں آیا تھا؟“ ”وہ کون؟“ میں نے جیران ہو کر پوچھا؛ حال نکل سمجھ گی تھا کہ اس کاروائے کے باٹے میں پوچھ رہا ہے۔ ”سیٹھ ہاشم، جو ابھی کار میں آیا تھا۔“ اس نے اکٹھ بھجے میں کہا۔

”تشریف رکھیے، ہم اٹھینا سے بھی تو بات کر سکتے ہیں۔“ ”اٹھینا کی ایسی کی تیسی۔“ میں نے پوچھا ہے، ”وہ یہاں کیوں آیا تھا؟“ اس نے غزا کہ کہا۔

”ہمیں آج ہی معلوم ہوا۔“ آنکاب نے جلدی سے کہا۔ ”کیا؟“ اس نے بھاڑ سامنہ کھولا۔ ”یہی کہ اٹھینا کی بھی ایسی کی تیسی ہو سکتی ہے۔“ ”تمہاری ایسی کی تیسی، میرا مذاق اڑلتے ہو۔“ اس کی انکھیں سرخ ہو گئیں، مٹھیاں تن گیس اور ہمیں محسوس ہوا، کسی بھی لمحے میں ان کے لئے کھانے والے ہیں۔

”میں، تم میں سمجھ گیا۔“ میں نے بڑی مشکل سے کہا۔ ”کیا سمجھ گئے؟“ اس کے چہرے پر ابھن کے آثار نظر آئے۔ ”یہ کہ ایسی کی تیسی آپ کا سلکیے کلام ہے۔“ ”تلکیے کلام کیا ہوتا ہے۔“ وہ جیران ہو کر بولا۔

قد اور قامت دیکھ کر اداہ بدل دیا۔ ان کا خیال تھا کہ ہم ان کے کسی کام نہیں آ سکیں گے، کیونکہ ہم اس خونخوار آدمی کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے، جس سے اسے سابقہ پڑا ہوا ہے۔ بس یہ کہ کہ وہ چلا گیا، ہم اسے روکتے ہی رہ گئے۔ آپ خود سوچ سکتے ہیں۔ وہ لکھنی دیر دفتر میں عصرا تھا۔ آپ تو باہر ہی موجود رہے ہوں گے۔ اتنی دیر میں بھلا وہ ہم سے کس طرح معاملہ طے کر سکتا تھا۔ میں دوائی کے عالم میں کہتا چلا گیا۔

”ہموں کیا تم سچ کہ رہے ہو۔“ اس نے بے یقینی کے حالم میں کہا۔
”بات دراصل یہ ہے جناب کہ جھوٹ تو ہم بولتے ہی نہیں۔“
میں نے کہا۔

”خیر، بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ تم اس کے لیے کوئی کام کر رہے ہو یا نہیں۔“ ان الفاظ کے ساتھ ہی الٰہ کھڑا ہوا۔ دروازے کی طرف ایک قدم چلا ہی تھا کہ ارشد چائے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوا :

”چائے تو پہنچیتے جائیے۔“
”نہیں، میں دشمنوں کی چائے نہیں پیا کرتا۔“ اس نے کہا
اور پھر ہماری طرف ٹرستے ہوئے بولا۔
”اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ تم لوگ سیدھا ناشم کے لیے کام

کر رہے ہو تو یہ سمجھ لوز تم لوگ بہت نعمان میں رہو گے۔
”اس پیشین گوئی کے لیے ہم آپ کے شکر گزار ہیں جناب۔“
کاش آپ ہمارے مستقبل کے بارے میں کچھ اور باقیں بھی بتا سکیں۔“
آفتاب نے مسمی صورت بننا کر کہا۔
اس نے ایک قبر آؤونگاہ آفتاب پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔

سیاہ رنگت

”مفتاہ، فوراً اس کا پیچھا کرو۔“ میں نے جلدی سے کما۔
 ”جی بھائی جان، کیا فرمایا، اس کا پیچھا کرو، یعنی موت
 کے فرشتے کا۔ گویا آپ مجھے موت کے منز میں دھیل رہے ہیں
 اور میں آپ کا سب سے چھوٹا بھائی ہوں۔ کچھ تو خیال کریں۔“
 ”یار وہ نکل جائے گاتے میں نے تملک کر کما۔
 ”اچھی بات ہے۔ اگر آپ مجھے زندہ نہیں دیکھتا چاہتے تو
 میں چلا جاتا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ پیر پنختا ہوا باہر نکل گیا۔ ارشد
 نے چائے کی ڑٹے میز پر رکھ دی۔

”کیا خیال ہے؟“ میں نے سوچ میں گم بھے میں کما۔
 ”کس کے بارے میں خیال پر بھر رہے ہیں آپ؟“ اشراق بولا۔
 ”سیدھ نامش اور اس سیاہ آدمی کے بارے میں۔“
 ”معاملہ بھگ سے باہر ہے۔“ ویسے شاید یہ سیاہ آدمی وہی
 ہے، جس کا ذکر سیدھ نامش کر رہا تھا۔“ اشلاق نے جواب دیا۔

”ہو سکتا ہے، یہی بات ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہ معاملہ کیا ہے؟“
 میں نے کما۔

”بات یہ ہے کہ ہم بخوبی نہیں ہیں، نہ قیادہ شناس ہیں؛“
 اشراق جمل کر بولا۔

”ہوں، بات تو تمہاری بھی ٹھیک ہے۔“ یہ کہہ کر میں نے شفیعوں
 ڈائریکٹری اٹھا لی اور جلدی جلدی اس کے ورق اللہنگا۔ پندرہ منٹ
 کی کوشش کے بعد کہیں جا کر سیدھ نامش کا نام اور فون بنر و گھر
 کا پتا نوٹ کرنے میں کامیاب ہو سکا۔ اسی وقت آفتاب دفتر میں
 داخل ہوا اور خود کو ایک کرسی پر گرا کر مانپنے لگا۔

”کیا اس نے صرف پیدل راستے طے کیا؟“ میں نے پوچھا۔
 ”نہیں، وہ یہاں سے نکلتے ہی ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا تھا۔“
 میں نے بھی ایک ٹیکسی پکڑ لی۔ تعاقب شروع کر دیا، میکن پھر
 ایک موڑ پر الگ ٹیکسی غائب ہو گئی اور میں ناکام ٹوٹا۔ اس نے
 اپنی کار گارڈی کی روپرٹ پیش کی۔

”پھر ہاتپ کیوں رہے ہو؟“ میں نے جمل کر کما۔
 ”یہ ناپینا تھلن کی وجہ سے نہیں، ناکامی کی وجہ سے ہے۔“
 اس نے کما۔

”تو اب تم ناکامی سے بھی تھکا کرو گے۔“ اشراق بركھلا کر
 بولا۔

"ختم کرو، اٹھو۔ ہم سیٹھ ناٹھ کے گھر چل رہے ہیں؟" میر
نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے، مگر کیوں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے، وہاں جانے کی۔
جب کہ اس نے ہم سے کوئی معاملہ کیا ہی نہیں۔" آفتاب نے
بوکھلا کر کہا۔

"اب اس معاملے نے ہمیں الجھا لیا ہے۔ ہم نے جان کر دیں
گے کہ یہ چکر کیا ہے۔ سیٹھ ناٹھ کو اس سیاہ آدمی سے کیا خطرہ
ہے۔ وہ پلوسیں کی مدد کیوں نہیں حاصل کریتا۔"

"بات عجیب ضرور ہے، یہ میں غریب نہیں۔" آفتاب نے
دفت کی چھت کو لکھرا۔

"یہ کیا بات ہوئی، عجیب ضرور ہے، غریب نہیں تھیں، نے
کاٹ کھانے والے بھے میں کہا۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ بات
مال دار ہے۔"

"مطلوب یہ کہ سیٹھ ناٹھ کو کوئی خوف تو ہو گا ہی۔ پلوسیں
سے مدد لینا بھی اس کے لیے ممکن نہیں ہو گا، ورنہ وہ ضرور لیتا۔
اس نے جواب دیا۔"

"اچھا بس، لپتی عجیب و غریب باتیں اپنے پاس رکھو، آؤ۔"
میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارشد، پوری طرح چوس بیٹھنا۔"

"جی بہتر۔" وہ بولا۔

"اسے کہتے ہیں، آذل مجھے مار۔ ہم خود ہی موت کو آواز
دینے جا رہے ہیں۔" آفتاب نے بڑا سامنہ بنایا۔

"اجھن ہو تم، ایک شخص نے ہمیں کسی قابل نہیں سمجھا۔
اگر شہر کے دوسرے لوگوں نے بھی یہی سمجھنا شروع کر دیا تو ہمارا
ادارہ دو دن بھی نہیں چل سکے گا اور ہمیں اپنی جان سے الفاق
کرتے ہوئے اسے بند کر دینا پڑے گا، ہذا کیا یہ بہتر نہیں ہو گا
کہ ہم سیٹھ ناٹھ کی غلط فتحی دوڑ کر دیں اور اسے کچھ کر کے دکھائیں
کر کے تو تباہ دکھائیں نا جب وہ کچھ بتانے پر آمادہ ہوئے
اشفاق نے منہ بنایا۔

"اسی یہے اس کے گھر جا رہے ہیں تھیں مسکرا یا۔
ایک میلیسی میں بیٹھ کر ہم واحد کالونی پہنچے۔ کوئی بیٹھر تین سو
تیرہ تلاش کرنے میں ذرا بھی وقت نہیں ہوتی۔ میں نے آگے
بڑھ کر گھنٹی کے ٹہن پر انگلی رکھ دی۔"

"اب بھی وقت ہے بھائی جان۔" آفتاب نے گویا خبردار کیا۔
"کس بات کا وقت ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس سے پہلے کہ کوئی اندر سے آئے، ہم یہاں سے بھاگ
چلیں۔ کوئی یہی داخل ہونے کے بعد تو گویا ہم اس معاملے میں
اپنی گردن پھنسا لیں گے۔"

”بزول نہ بنو، اگر ہم صرف ڈرتے ہی رہے تو کبھی بھی ادارے کو شہرت کے آسمان پر نہیں پہنچا سکیں گے۔“ میں نے انہیں حوصل دلانے کے لیے کہا۔

”یکن ادارے کو شہرت کے آسمان پر پہنچانے کی صورت ہی کیا ہے۔ آپ اسے شہرت کی چھت پر ہی رہنے دیں۔ اس نے بڑا سامدہ بنا یا۔۔۔“

”کنوں کے مینڈک بننے کی کوشش نہ کرو۔ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی رہیں۔“ میں نے سوچے سمجھے بغیر کہا۔

”یکن کنوں کے مینڈک کا ستاروں سے میا تعلق؟ آفتاب نے بہتا کر کما۔“

”چپ رہو، ستاروں کی باتیں لمباری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔“ میں نے بھی تمددا کر کما۔

”ہاں، وہ تو بخوبیوں کی سمجھ میں آیا کرتی رہیں۔“ وہ جل کر بولا۔

اسی وقت قدموں کی آذازنائی دی۔ ہم چونک اٹھ میں نے دبی آواز میں کہا:

”تم تینوں بالکل خاموش رہو گے۔ آنے والے سے صرف میں بات کروں گا، سمجھو گئے۔“

”بھی بہتر ہے تینوں ایک ساتھ بولے۔“

”جب تک میں نہ کوں، ایک لفظ بھی تم تینوں کے منزے نہ بخکھے۔“

”بھی بہتر بہتر۔“ تینوں نے پھر ایک ساتھ کہا۔ اسی وقت دروازہ کھل گیا۔ جوں ہی ہماری نظریں دروازہ کھونے والے پر پڑیں، اوسان خطا ہو گئے۔ پیروں میں سے جان بخلتی محسوس ہونے لگی۔ رنگ اڑ گئے۔ خوف کی ہری سی بدن میں دوڑ میں محسوس ہوئیں، کیونکہ وہی سیاہ رنگت کا آدمی دروازہ کھوئے ہیں کھا جانے والی نظروں سے گھوڑ رہا تھا۔



چند لمحے تک اس کا گھورتا جاری رہا۔ آخزمہ آواز میں بولا:

”تو تم لوگ باز نہیں آئے؟“

جواب میں ہم خاموش رہے۔ اشراق مغلوق اور آفتاب تو میری ہایت کی وجہ سے فاموش تھے اور میری زبان اس خونخوار آدمی کو دیکھ کر لگا ہو گئی تھی۔

”جواب کیوں نہیں دیتے، سٹھی کوں کم ہو گئی ہے۔“ تمنے میری باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیں، کیوں

یہ بات ہے نا؟

"بہ بات، بات دراصل یہ ہے کہ۔ آپ۔ کی اردو بہت اچھی ہے، بہت بامحاب وہ۔" میں ہٹکایا۔

"میں یہاں اردو اور انگریزی پر بحث کرنے نہیں کھڑا ہوا تھا، یہاں آ کر تم نے اپنی موت کو خود آواز دی ہے۔ اب بتاؤ کیا تم سیٹھ ناٹھ سے ملا چاہتے ہو تو؟"

"زعج، بھی۔ وہ۔ اب کیا عرض کریں، ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی۔" میں نے گھبرا لیا۔ ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں، شکایت تو ایسی ہو گی کہ زندگی پھر یاد رکھو گے۔ چلو بھاگو یہاں سے، چلتے پھرتے نظر آؤ۔ سیٹھ صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ بہت بیمار ہیں۔ ڈالکر نے انہیں لوگوں سے ملنے جانے سے منع کر رکھا ہے۔

"جی بہت اچھا، ملکہ بہت بہت شکریہ۔ اور اگر تم نے پھر ادھر کارخ لیا تو تم جان جاؤ گے کہ

میں کیا ہوں۔"

"وہ۔ وہ تو نیر ہم جان ہی چکے ہیں۔" آفتاب نے ڈرے ڈرے لیچے میں کہا۔

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی میں تیزی سے مر۔ میرے ساتھ وہ تینوں بھی مرٹے اور سیاہ زنگت کے ملازم کی موجودگی

دروازہ بند کر دیا۔ اسی وقت ایک کار کے تیز اڑان نے بہیں اچھ پڑنے پر مجبور کر دیا۔ نظریں اٹھا کر دیکھا تو ایک فوجاں کی تیز نظریں گریا ہمارے دلوں میں اتری جا رہی تھیں۔

"دیکھ کر نہیں چلتے۔"

"جی، چلتے میں، کیوں نہیں چلتے۔"

"یہاں کیوں کھڑے ہو، کس سے ملنے آئے تھے؟"

"سیٹھ ناٹھ صاحب سے ملنے آئے تھے، لیکن ملازم نے بتایا ہے کہ وہ بیمار ہیں، اس لیے والپس جا رہے ہیں۔"

"بیمار، نہیں تو۔ اب آجان بیمار تو ہرگز نہیں۔ یہ بات ضرور جنگو نے کہی ہو گی۔ دراصل وہ اب آجان کا بہت خیال رکھتا ہے۔ ان سے بہت محبت کرتا ہے۔ اس لیے اس نے یہ بات کہ دی ہو گی۔ آؤ میرے ساتھ، میں تھیں اب آجان سے ملداں۔ شاید چندہ وندہ مانگنے آئے ہو۔ یہ کہ کہ اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔

"زعج بھی نہیں۔ ہم وندہ مانگنے نہیں آئے۔" آفتاب بولا۔

"گوا صرف چندہ مانگنے آئے ہو۔ نکلنے کمیں، اب آجان غریب طالب علموں کو خوب دل کھول کر چندہ دیتے ہیں۔ کچھ میں تم لوگوں کی سفارش کر دوں گا۔"

"جی بس شکریہ۔ ہم اس سیاہ زنگت کے ملازم کی موجودگی

قدموں سے ہم بڑی مشکل سے آذ کے پیچے چل رہے تھے۔ کتنی بُرائمدے
ٹے کرنے کے بعد ہم ایک کمرے کے دروازے پر پہنچے۔ آذ دشک
دیے بغیر دروازہ ڈھکیل کر اندر داخل ہو گیا۔ ہمیں بھی ناچار اس کے
پیچے اندر داخل ہونا پڑتا۔ اور پھر ہمارے پاؤں میں من بھر کے ہو
گئے، یکونکہ اندر سیٹھ ناٹھ کے ساتھ جنگو بھی موجود تھا۔

میں اندر داخل نہیں ہو سکتے، وہ ہمیں مارے گا۔ اس نے ہمیں
بہت خوف ناک ڈانٹ پلاٹی ہے:

”تم فکر نہ کرو۔ میرے ہوتے ہوئے وہ تمہیں کچھ نہیں کہ
سکے گا اور اسے اپنی ڈانٹ بھی واپس یعنی پڑھے گی۔“

”ڈانٹ واپس یعنی پڑھے گی؟“ آفتاب نے چران ہو کر کہا۔

”ہاں بھی، اگر الغاظ واپس لیے جا سکتے ہیں تو ڈانٹ کیوں
واپس نہیں لی جا سکتی۔“ اس نے جواب دیا۔

”بات تو ٹھیک ہے، آپ کی تعریف؟“

”میں آذ جمال ہوں۔ سیٹھ ناٹھ میرے ابا جان میں، آؤ
بیٹھو۔“

”جی شکریہ، ہمیں تو اجازت ہی دیں۔“

”نہیں بھی، یہ کیسے ہو سکتا ہے، آؤ۔“

اس نے اس قدر پر زور لیجے میں کہ، ہمیں مجھنا ہی پڑا۔
اور پھر کار کا ہارن نجح اٹھا۔ تا وہ منٹ بعد ہی کوٹھی کا گیٹ کھل
گی۔ اس مرتبہ ایک اور ملازم نے دروازہ کھولا تھا۔ کار اندر
داخل ہوئی اور گیراج میں جا کر رکی۔ آذ نے اترتے ہوئے کہا۔

”آؤ بھی، تمہیں ابا جان کے پاس لے چلوں۔“
ہمارے دل دھک دھک کرنے لگے۔ یکجئے منہ کو آتے لگے۔
کسی وقت بھی سیاہ زنگت کے جنگو سے سامنا ہو سکتا تھا۔ لڑکھڑاتے

پروفیسر جیلانی

قدموں کی آہست سُن کر انہوں نے دروازے کی طرف دیکھا۔
فوراً ہی سیٹھ ناشم کے چہرے پر یحربت اور خوف کے بادل تیرتے
نظر آئے، جب کہ جنگلو کا چہرہ صرخ ہونے لگا۔
”جنگلو، تمہیں ان لوگوں سے لپتی ڈانٹ واپس لینا ہو گی۔
تم نے دہرا جرم کیا ہے۔ ایک تو ان لوگوں کو ابا جان سے ملنے
نہیں دیا، دوسرا سے انہیں ڈانٹ بھی پلانی اور پھر یہ بھی بتایا کہ
ابا جان بیمار ہیں؛ حالاں کہ ابا جان ذرا بھی بیمار نہیں ہیں بیوں
ابا جان میں غلط تو نہیں کہہ رہا۔“

”بالکل نہیں بیٹھ، میں ذرا بھی بیمار نہیں ہوں۔ تم جا کر
آرام کرو، تھک گئے ہو گے، ان لوگوں سے میں بات کر لیتا ہوں۔“
”یہ جنگلو سے خوف زدہ ہیں۔ بے چالے چندہ مانگنے آئے
تھے۔ اس نے انہیں دروازے پر سے ہی لوٹا دیا؛ حالانکہ یہ آپ
کے اصول کے خلاف ہے۔ آپ تو کسی سوالی کو فالی ناتھ لومانا

گناہ سمجھتے ہیں نا۔
”ماں بیٹا، بالکل یہی بات ہے۔ اب تم جاؤ۔“ انہوں نے تنگ
ہ کر کہا۔

”چلا جاتا ہوں ابا جان، پہلے آپ ان لوگوں کو چندہ تو دے دیں۔“
”یکن جا ب، ہم یہاں چندہ لینے نہیں آئے۔“ آفتاب نے بھنا کر
کہا۔

”اوہ ہو اچھا۔ پھر کس یہے آئے ہو؟“
”آپ کے ابا جان کو ہم سے کچھ کام ہے۔ اوہ میں سمجھا۔ تم
جلد اٹ بول گئے۔ مطلب یہ کہ تمہیں ابا جان سے کچھ کام ہے۔
غیر بھی، اب تم بے تخلیقی سے ان سے بات کرو۔ میں تو چلا۔“
یہ کہتے ہی آذد ایڑیوں پر گھوما اور تیز تیز قدم الٹھاتا باہر نکل
گیا۔ اب کمرے میں ان کے ساتھ سیٹھ ناشم اور جنگلو رہ گئے۔
”ہم سورج بھی نہیں لکھتے تھے، یہ صاحب بھی یہاں موجود ہوں
گے۔“ میں نے نکرمندانہ بچھے میں کہا۔

”اب تو سورج لکھتے ہو، سورج لو۔ سورج پر کوئی پابندی
نہیں۔“ جنگلو نے اندھے اچکائے۔
”سیٹھ صاحب، کیا آپ منہ سے کچھ نہیں کیں گے؟“ میں نے
ان کی طرف بغور دیکھا۔
”تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟“ سیٹھ ناشم نے گویا خواب کے

علم میں کہا۔

”آپ ہم سے کیا کہنے آئے تھے؟“

”پچھے بھی نہیں، میں تو بس گھومتے پھرتے ادھر نکل گیا تھا۔ مہارا بورڈ عجیب سالگا۔ سوچا، پوچھوں تو سی، تم لوگ کیا کام کرتے ہوئے سیٹھ ہاشم نے کہا۔

”شکریہ جناب، تو پھر ہمیں اجازت دیجیے۔ ہم مجھے تھے، شاید آپ ہم سے کوئی کام یعنی پڑھاتے ہیں۔ یہ کہہ کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔

”نہیں، میں بھلا تم لوگوں سے کیا کام مے سکتا ہوں۔ انہوں نے بھی بھی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور ہم کمرے سے نکل آئے۔ باہم کے دروازے کا رخ کر رہے تھے کہ ایک کمرے کا دروازہ اچانک کھلا۔ کمرے میں سے ایک ہاتھ مکلا اور اس ہاتھ نے مجھے بازو سے پکڑ کر اندر کھینچ یا۔ میں گھبرا گی، لیکن دوسرے ہی لمحے پر سکون ہو گی۔ مجھے کھینچنے والا آذ جمال تھا۔ اسے دیکھ کر اشناق، اخلاق اور آتاب بھی اندر داخل ہو گئے۔

”کیوں، ڈر گئے آپ۔ آذ جمال ہسا۔

”نہیں تو، بھلا اس میں ڈرنے کی کون سی بات ہے؟ میں نے منہ بنایا۔

”دراصل میں دروازے میں ذرا سی بھری کیے آپ لوگوں کی دلپر

کا انتظار کر رہا تھا۔ اب بتائیے، معاملہ کیا ہے؟“

”آپ کس معاملے کے بارے میں کہ رہے ہیں؟“ میں نے اٹھ اس سے سوال کیا۔

”آپ لوگ ابا جان سے کیوں ملنے آئے تھے؟“ اس کے پھرے سے شدید اکبر نما ہر ہوری تھی۔

”ہم ان سے نہیں، وہ ہم سے ملنے آئے تھے۔“ میں نے تملا کر کہا اور پھر اسے ساری بات بتانے کے بعد بولا:

”کیا یہ بات آپ کو عجیب نہیں ملتی؟“

”نہیں کچھ عرصے سے ابا جان کی کوئی بات بھی ہمیں عجیب نہیں ملتی۔“ دراصل ان کا داعی خراب ہو گیا ہے، لیکن ان کا پاگل پن خطرناک نسبت کا نہیں ہے، اس یہے اپنی پاگل فانے میں داخل نہیں کیا گیا، بس ان کی نجکرانی جنگلو کے پرسو کردی کوئی ہے۔ دیسے یہ ہر وقت پاگل پن کی باتیں نہیں کرتے۔ بس دن میں تین چار مرتبہ پاگل پن کا دورہ سا پڑتا ہے اور وہ عجیب و غریب باتیں کرنے لگتے ہیں۔

”اوہ، تو یہ بات ہے۔ کیا جنگلو اس گھر کا بہت پرانا ملازم ہے؟“

”نہیں تو، وہ تو بالکل نیا ہے۔ آذ جمال نے جلدی سے کہا۔“ بالکل نیا ہے۔ چھرت ہے، پھر اسے اتنی اہم ذستے داری کیونکہ

سونپ دی گئی تے اشناق نے بے چین ہو کر کما۔

” جنگلو دراصل پاگل خانے میں بہت عرصے تک ملازم رہ چکا ہے۔ جس ڈاکٹر سے ہم آباجان کا علاج کمارہ ہے ہیں۔ اسی نے جنگلو کو ان کی نگرانی پر مقرر کیا ہے ۔“

” تو کیا وہ ڈاکٹر بھی کسی پاگل فانے کے انچارج ہیں۔“

” بھی ہاں، ان کا نام طوسی بسادہ ہے۔ دماغی امراض کے ماہر ہیں۔“

” لیکن سوال یہ ہے کہ آپ کے آباجان جنگلو سے خوف زدہ کیوں

ہیں؟“ آفتاب نے سوچ میں گم بھے ہیں کما۔

” اسی بات پر تو ہم حیران ہیں۔ ہم نے ڈاکٹر طوسی بسادر سے بھی اس سلسلے میں بات کی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارے آباجان کا پاگل پن کئی قسم کے خوف داعی میں جمع ہو جانے کا تیجہ ہے، امدادی کوئی بجیب بات نہیں۔ اگر وہ اپنے خدمت گزاروں سے ہی ڈرنا شروع کر دیں۔“

” لیکن ایسی صورت میں کسی دوسرے خدمت گوار کو مقرر کیا جا سکتا ہے؟“ اشناق نے اعتراض کیا۔

” بلکہ ہم تو یہ کہیں کے کہ آپ کسی اور ڈاکٹر کو دکھائیں۔“

” مجھے افسوس ہے، نہ تو میں ڈاکٹر تبدیل کر سکتا ہوں اور نہ خدمت گزارٹ اس نے اداس بھے ہیں کما۔“

” وہ یکوں بیمن نے حیران ہو کر پوچھا۔

” اس لیے کہ ہم جب بھی کسی اور ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں یا جنگلو کو ان کے پاس سے ہشاتے ہیں، ان کی حالت بالکل خراب ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر طوسی بسادر آکر جنگلو دیتے ہیں اور جنگلو ان کی خدمت کے لیے آتا ہے تو ان کی حادث بہتر ہو جاتی ہے، لہذا جنگلو سے صرف خوف زدہ رہنے کو ہم نے قبول کر لیا ہے۔“

” بہت ہی عجیب و غریب معاملہ ہے۔ اچھا یہ بتائیے، ان کی یہ حالت کب سے ہے؟“ میں نے پچھہ سوچ کر پوچھا۔

” آج سے چھ ماہ پہلے آباجان دینا کی سیاست کو نکھلتے ہے۔ ایک ماہ تک دینا دیکھ کر واپس ہوئے۔ ہم ایر پورٹ سے انہیں گھم لائے اور گھر آتے ہی ان پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا۔ ڈاکٹر کو بلا یا گیا۔ اس نے مشورہ دیا کہ انہیں دماغی امراض کے کسی ماہر کو دکھایا جائے۔ دماغی امراض کے ماہروں کے باہرے میں معلومات حاصل کی گئیں تو طوسی بسادر کا نام سامنے آیا۔ انہوں نے آکر انہیں دیکھا اور جنگلو کو ان کی خدمت پر مقرر کر دیا۔ خود وہ دوسرے تیرے دن آکر انہیں دیکھ جاتے ہیں۔ اس دوسرے ہم نے محسوس کیا کہ وہ جنگلو سے پچھہ خوف زدہ رہنے لگے ہیں؛ پھر انہیں ہم نے جنگلو کو ٹھیا دیا۔ اسی دن ان کی حادث خراب ہو گئی۔ ڈاکٹر طوسی بسادر کو فون لیا گیا۔ وہ آئے، آباجان کا معاشرہ کیا گیا اور کہا کہ ان کی

福德ت گزاری جنگو جیسا آدمی ہی کر سکتا ہے؛ پھر پختہ مجبوراً پھر جنگو کو بلا تا پڑا۔ ڈاکٹر طوسی بہادر اور جنگو کی پہنچ گھنٹے کی دیکھ بھال سے ہی وہ بالکل یہی نظر آنے لگے۔ اس کے بعد جب بھی ہم نے جنگو کو ہٹانا چاہا، ان کی ویسی ہی حالت ہوتی۔ لہذا اب ہم مجبور ہیں بے بس ہیں، نہ کسی اور ڈاکٹر سے علاج کر سکتے ہیں اور زندگو کو ہٹا سکتے ہیں۔

"بہت جیب، بلکہ بہت ہی زیادہ جیب معاملہ ہے" بس پڑھا۔
"تو ابا جان آپ لوگوں کے پاس گئے تھے، کچھ کہنا چاہتے تھے،
یعنی جب انہوں نے دیکھا کہ آپ لوگ کم عمر ہیں تو کچھ کہے بغیر
والپس پہنچے آئے۔ سی بات ہے نا؟"

"بالکل یہی، لاش انہوں نے ہم سے وہ کہ دیا ہوتا جو وہ کہنے
آئے تھے۔ خیر، آپ یہ بتائیے کہ جنگو کس وقت یہاں سے جاتا
ہے۔"

"وہ ہر وقت ابا جان کے ساتھ رہتا ہے۔ متاثبی اپنی کے
کمرے میں ہے، کیونکہ کسی وقت بھی ان پر پاگل بن کا دودہ پڑ سکت
ہے۔" اس نے بتایا۔

"یعنی جس وقت وہ ہمارے پاس آئے تھے۔ اس وقت تو
جنگو ان کے ساتھ نہیں تھا۔ اشفاق نے اعتمان کیا۔"

"اس وقت ڈرائیور جو ساتھ تھا۔ وہ جب باہر جاتے ہیں تو

جنگو ان کے ساتھ کار میں نہیں بیٹھتا؛ تاہم ان سے کچھ فاصلے پر
سفاقیت کے خیال سے ضرور ان کے تعاقب میں رہتا ہے۔" اس نے
تبایا۔

"آپ کے ابا جان اخبار پڑھتے ہیں؟"
"ہاں، کمرے میں رہ کر۔ اور کر بھی کیا سکتے ہیں سوائے
اخبارات پڑھنے کے، یا پھر کتابیں۔" اس نے کہا۔

"ہوں، اس کا مطلب ہے، انہوں نے ہمارے بارے میں
اخبارات میں ہی پڑھا ہو گا۔"

"اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"خیر، کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس معاملے کو اپنے
ساتھ میں لے لیں؟"

"یعنی آپ کی کریکس گے؟" اس نے جلدی سے کہا۔

"یہ آپ ہم پر چھوڑ دیں۔ ہمارا معاوضہ صرف پانچ ہزار روپے
ہو گا۔ شاید ہم آپ کے ابا جان کو اس انوکھی مصیبت سے نکال
سکیں۔ اگر ہم ناکام رہے تو سرے سے کوئی معاوضہ نہیں ہیں گے۔
پانچ ہزار بالکل معمولی رقم ہے، مجھے تو دس ہزار پر بھی
کوئی اعتراض نہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ آپ کیا کریں گے؟" اس
نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"آپ بتائیے، آپ کے والد کن حالات میں گھرے ہوئے ہیں،"

کیا بتا سکتے ہیں؟

بتاب تو پچھلی نیس سکتا۔ ہال محوس کر سکتا ہوں کہ وہ ضرور کسی مصیبت میں رہیں۔ یا پھر کسی داعنی فل میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ تو پھر ہم انہیں اس مصیبت سے نکالنے کی بھی کوشش کریں گے۔

ٹیک ہے، یکن آنا خیال رہے۔ آپ لوگوں کی وجہ سے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ آذرنے نکر مند ہو کر کما۔ فکر نہ کریں، اللہ سبتر کرنے والا ہے۔

تو پھر یہی طرف سے آپ کو اجازت ہے: "شکری، پھر ماہ پسے جب انہوں نے دنیا کی سیر کا پروگرام بنایا تھا تو کیا آپ لوگ انہیں ایرپورٹ تک پہنچوئے گئے تھے؟" "جی ہاں، بالکل۔ یہی تھا: اس نے کما۔

"اور وہ آپ کے سامنے جہاز میں سوار ہوئے تھے، پھر جہاز اڑ گیا تھا؟" "بالکل۔ اس نے کما۔

"ایک ماہ تک آپ لوگوں کو ان کے خطوط تو ملتے رہے ہوں گے؟" "جی ہاں۔ کبھی کہیں سے کبھی کہیں سے۔" اور کیا آپ کو یقین ہے، وہ خطوط ان کے ہاتھ سے ہی لکھے

گئے ہیں۔ میں نے پوچھا۔
"جی ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔"
"ہم ان خطوط کو دیکھنا چاہتے ہیں۔"
"یہیں ابھی لاتا ہوں۔" اس نے کما اور چلا گی۔ تھوڑی دیر بعد والیں لوٹا تو اس کے پرے پر ہوا کیاں اڑ مری تھیں۔
"غیر تو ہے آذر صاحب؟" میں نے بوکھلا کر کما۔
"وہ خطوط غائب ہیں؟" اس کے منڈ سے نکلا۔
"اوہ۔" ہمارے منڈ سے ایک ساتھ نکلا۔
معاملہ ہر لمحے ابھتائی جاری تھا۔



چند لمحے تک خاموشی طاری رہی، پھر میں نے پوچھا:
"آپ نے ان خطوط کو کہاں رکھا ہوا تھا؟"
"پرانی کتابیوں کی الماری میں۔" اس نے کما۔
"اور کیا وہ سامنے ہی رکھے ہوئے تھے، یعنی کوئی بھی اسے اٹھا سکت تھا۔" میں نے پوچھا۔
"ہاں، ان خطوط کو بھلا پھپتا کر رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟" اس نے چراں ہو کر کما۔

”چلیے کوئی بات نہیں۔ خطوط کے غائب ہونے سے کم اذکم
ایک بات ثابت ہو جاتی ہے؟“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”اور وہ کیا بات ہے؟“ اس نے یہ میران ہو کر پوچھا۔

”یہ کہ آپ کے والد کے خلاف ضرور کوئی سازش تیار کی گئی
ہے اور یہ سب کچھ اسی سازش کے تحت ہو رہا ہے۔ آپ کے
والد جب ہمارے پاس آئے تھے تو انہوں نے ایک سیاہ زنگت کے
آدمی سے خوف کا انعام دیا تھا اور کہا تھا کہ ہم اس خوف ناک اور
خونخوار آدمی سے کیا مقابلہ کر سکیں گے۔ آپ کے خیال میں کیا وہ
سیاہ زنگت کا آدمی جنگلو ہی ہو سکتا ہے۔“

”جنگلو کے علاوہ میں نے تو ان کے نزدیک کوئی سیاہ زنگ کا
آدمی دیکھا نہیں۔“ اس نے فوراً کہا۔

”شکریہ۔ اب کچھ سیٹھ صاحب کی دولت کے بارے میں بھی
 بتائیے۔“

”پچھے اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔“ اس نے کھوئے کھوئے بجے
میں کہا۔

”جب، یا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ ان کی دولت بے اندازہ ہے۔ انہوں نے جو
کاروبار بھی کیا، اس میں بے اندازہ منافع ہوا۔ مٹی میں بھی باقاعدہ
ڈالا، وہ بھی سوتا ہو گئی۔ اس وقت شر میں ان کی تین میں ہیں۔“

ایک سریے کی، ایک سوچی کی اور تیسری پٹ سن کی۔ ان تینوں
ملوں سے روزانہ لاکھوں روپے کی آمدی ہوتی ہے اور اس طرح
ابا جان کی دولت کروڑوں سے بھی آگے جا پہنچتی ہے۔ انہیں اس
شہر کا سب سے بڑا دولت مند خیال کیا جاتا ہے۔ اس نے بتایا۔
”اوہ، گھر کے افراد میں اور کون کون لوگ شامل ہیں؟“ لشغاق
نے بے چین ہو کر پوچھا۔

”میں ان کا سب سے چھوٹا بیٹا ہوں، سب سے بڑا بھائی دوستی
طور پر معلوم ہے۔ اس کی عمر اگرچہ اس وقت تیس سال ہے،
لیکن وہ اپنا نام بھی نہیں بتا سکتا۔ ابا جان کا نام بھی نہیں
چانتا۔ بس ادھر ادھر گھوستے رہنا اور کھاپی لینا، یہی جانتا ہے۔
وہ پیدائشی طور پر ذہنی تاکالا ہے۔ اس سے چھوٹی ایک بہن ہے،
اُنھوں سے اندر ہی ہے۔ یہ کہتے وقت اس کی آواز بھرا گئی۔ اُنھوں
سے غم جھانکنے لگا۔“

”آپ ان دونوں سے چھوٹے ہیں؟“

”ہاں، میں بدنصیب ان کا چھوٹا بھائی ہوں، اور اب یہ نئی
میصیب ناہل ہوئی ہے۔ ابا جان اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔“
”یہ حالات من کو بہت افسوس ہوا، اتنا بڑا گھر انداز اور اتنا
دکھی۔ آپ نے اپنی اتی کے بارے میں نہیں بتایا۔“
”وہ، وہ خوفت ہو چکی ہیں۔“ اس نے کہا، پھر اس کی آنکھیں

۵۱

ہم اٹھ کھڑے ہوئے، آذد ہیں دروانے تک چھوڑنے آیا۔
ہمارے پھانک سے نکلتے ہی وہ واپس مل گیا۔ ہم کو بھی کی دیوار
کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے، تاکہ سڑک پر پہنچ کر کوئی ملکی اور
سیکیں۔ اسی وقت کوئی چیز میرے پیروں کے پاس گری۔ میں نے
پھونک کر پہنچے اس چیز کی طرف اور پھر اوپر دیکھا۔ اوپر ریک
روشن دان نظر آیا۔ روشن دان میں کسی کا چہرہ نظر نہیں آ رہا
تھا۔ اب میں نے اس چیز کی طرف توجہ دی۔ یہ لفڑ پر لپٹا
ہوا ایک کاغذ تھا۔ میں نے جھک کر ایک کاغذ اٹھایا۔ اس
کی سلوٹیں دور کیں تو لکھا نظر آیا:

”میرے یہے کچھ کر سکتے ہو تو راج محل پہنچ جاؤ“
”راج محل تھے میں نے بڑیلے کے انداز میں کما۔“

”راج محل“ وہ تینوں ایک ساتھ بولے۔

عین اسی وقت ایک ملکی کی آتی نظر آئی۔ میں نے پھرتی سے
اسے ہاتھ دیا۔ ملکی کی لگتی۔ میں نے اندر بیٹھتے ہوئے کہا:

”راج محل چلیے۔“

”راج محل؟ میں نے اس شر میں اس علاقے کا نام آج
لکھ نہیں سُنا۔“

”ہوں، تو فی الحال شاد رو ڈچلیے۔“ میں نے اسے دفتر کا پتا
پتا تھے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد، دفتر میں موجود تھے اور میں

بھیگ گئیں۔

”ہم نے آپ کا غم تازہ کر دیا، معافی چاہتے ہیں۔“ اشناق
جلدی سے بولا۔ اس کی آنکھوں میں بھی آنسو پھلنے لگے۔ ایسے
موقوں پر ہمیشہ یہی ہوتا تھا۔

”گویا آپ صرف تین بھائی ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

”جی ہاں۔“

”اور گھر میں ملازم کتنے ہیں؟“

”چار، ہر ایک کا ملازم اگ ہے۔ جہانی جان نام کے
ملازم کا نام اکبر ہے۔ ثریا بابی کی فرمادت پر جمعہ مامور ہے۔ مجھے
ساجد ملا ہوا ہے اور ابا جان کے یہے روف ہے۔“ اس نے تفصیل
 بتائی۔

”لیکن اس وقت یہ سب لوگ کہاں ہیں؟“

”پک ندک پر گئے ہیں۔ میرا خادم بھی ان کے ساتھ گیا ہوا
ہے، لہذا اس وقت صرف میں گھر میں ابا جان کے ساتھ موجود ہوں۔
اور جنگو بھی۔ آفتاب نے لغتہ دیا۔“

”جی ہاں، جنگو بھی۔“ اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

”ٹھیک ہے، اب ہم چلتے ہیں۔ کل کسی وقت پھر آئیں گے۔
آپ کے بھائی ہیں اور ملازموں سے بھی ملاقات کریں گے۔
”شکریہ، شوق سے تشریف لائیے گا۔“

ارشد سے پوچھ رہا تھا :
”ارشد شاد روڈ کہاں ہے؟“

”بھی، شاد روڈ تو یہی ہے۔“ ارشد نے جیران ہو کر کہا۔
”لا حول ولا قوۃ، میں دراصل تھیات میں ڈوبایا ہوا ہوں۔“

تو ارشد اس شہر میں راج محل کہاں ہے؟“
”راج محل۔“ اس نے کہا اور سوچ میں ڈوب گی۔
”مشاید تمیں بھی معلوم تھیں۔ خیر، ہم آبا جان سے پوچھیں گے
انہیں ضرور معلوم ہو گا۔“

ہم اندر ونی دروازے میں داخل ہو کر ان کے کمرے میں
داخل ہوئے۔ آبا جان اور امی جان کسی بات پر زور شور سے بجھ
کر رہے تھے۔

”آبا جان، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ راج محل کہاں ہے؟“
”وہ سوچ میں ڈوب گئے، لیکن کچھ نہ بتا سکے۔ مایوس ہو کر
ہم دفتر میں آئے۔“

”ارشد، شہر کا ایک نقشہ تو خرید لاؤ۔“
”بھی بہتر ہے اس نے کہا اور چلا گیا۔
”ہم نے پورے نقشے کو یغور دیکھا۔ لیکن کیسی بھی راج محل
لکھا نظر نہ آیا۔ اسی وقت آفتاب نے کہا :
”ہم یونہی طاہر کو ٹیکاں مار رہے ہیں۔ سیدھا سادا طریقہ یہ ہے۔“

کہ آذ کو فون کیا جائے۔ اسے ضرور معلوم ہو گا کہ راج محل کہاں ہے؟“
”بھلا اسے کس طرح معلوم ہو سکتا ہے؟“ میں نے بھا سا
منہ بنایا۔

”اگر اس کے والد کو معلوم ہو سکتا ہے تو اسے کیوں معلوم
نہیں ہو سکتا؟“ اخلاق بول اٹھا۔

”تو پھر ہم سیٹھ صاحب کو ہی کیوں فون نہ کریں؟“ آفتاب
نے جلدی سے کہا۔
”یہ اور اپھی بات ہے؟“ میں نے کہا۔ دوسری طرف سے

کھردی آواز سنائی دی :

”ہیلو، کون ہے؟“

”میں شوکی بول رہا ہوں۔ سیٹھ ناٹھم صاحب سے بات کروں گا۔“
میں نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ کہا، کیونکہ دوسری طرف
سے جنگو بول رہا تھا۔

”وہ اس وقت سور ہے ہیں۔“ ان الفاظ کے ساتھ ہی

جنگو نے رسیور رکھ دیا اور میں اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔

”رسیور جنگو نے اٹھایا تھا۔ وہ بھلا ہمیں سیٹھ صاحب سے بات

کیوں کرنے دے گا، لہذا اب آذ جمال سے ہی بات کرنا ہو گی۔“

یہ کہہ کر میں نے پھر وہی بیٹھ گھائے۔ دوسری طرف سے پھر جنگو

کی آواز سنائی دی :

"ہمیلو، کون ہے؟"

"میں آذر جمال صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ مہربانی فرم کر ریسیور انہیں دیجیے۔ اس بار میں نے آواز کو بھاری بن کر کہا۔

"مجھی، آواز بدلنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم آذر صاحب سے شوق سے بات کر سکتے ہو۔ جنگلو کی آواز میں گراٹنڈ تھا۔ میں پہننا کر رہ گیا۔ جلد ہی آذر کی آواز سنائی دی۔ سیوط صاحب کے گھر میں دو ہراؤ فون لگا ہوا تھا۔ ہم ان کے اور آذر کے گروں میں فون دیکھ چکے تھے؛ کویا جنگلو نے دوسرے فون کا بٹن دبا دیا تھا۔ اور اب وہ بھی ہماری گفتگو سن سکتا تھا، لہذا جو نی میں نے آذر جمال کی بات سنی، بولا:

"آذر صاحب، ہم آپ سے فوری طور پر ملن چاہتے ہیں۔ کیا آپ اسی وقت ہمارے دفتر تشریف لا سکتے ہیں؟"

"ضرور، کیوں نہیں۔ اس نے کما اور ریسیور رکھ دیا۔ آدھر گھنٹے بعد آذر جمال ہمارے سامنے بیٹھا ہیں گھرد رہا تھا۔

"ہم نے آپ کو صرف اس لیے تکلیف دی ہے کہ ایک جگہ پتا معلوم کر سکیں۔ میں نے دبی دبی آواز میں کما۔" "یہکن کسی جگہ کا پتا تو آپ فون پر بھی معلوم کر سکتے تھے۔"

اس نے جیران ہو کر کہا۔

"ہاں، یہکن اس طرح جنگلو کو بھی معلوم ہو جاتا۔ جب کہ ہم یہ معاملہ راز میں رکھنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ اچھا۔ فرمائیے، آپ کہاں کا پتا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"راج محل کا۔ آفتاب بول پڑا۔"

"راج محل۔ آذر کے منز سے نکلا۔ چہرے پر جھرت کے آثار نظر آئے۔

"ہاں، راج محل۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں، وہ کہاں واقع ہے؟"

"میں نے اس عمارت کا نام پہلے کبھی نہیں سننا۔ اس نے کہا: "ویسے آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" اس نے پرلیشان ہو کر کہا۔

"یہ دیکھیے؟" میں نے وہ کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا جو سیوط ہاشم نے لکھ پر پیٹ کر بھیجا تھا۔ آذر کتنی ہی دیر اس تحریر کو پڑھوائی کے عالم میں دیکھتا رہا۔

"مجھے افسوس ہے، میں آپ کو راج محل کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتا سکتا۔ یہ نام میں نے پہلی مرتبہ سننا ہے۔"

"یہ تحریر آپ کے والد کی ہے یا تھیں۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"بالکل اسی کی ہے۔ اس نے کہا۔"

"اے شوکی تم، تم اچانک کہاں سے آپنے ۔۔۔ انہوں نے
نوش ہو کر کہا۔

"میں ٹپک نہیں پڑا۔ آپ سے فون پر بات کر رہا ہوں۔"
میں نے مسکرا کر کہا۔

"چلو یونہی سی، آبا جان اور اجی جان کا کیا حال ہے؟"

"دونوں بالکل ٹھیک ہیں۔ انکل کیا اس شر میں کوئی راج
 محل نام کی عمارت یا آبادی ہے؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"راج محل ۔۔۔ وہ بُڑیا، پھر تقریباً نصف منٹ تک
 ۔۔۔

بُوچتے رہے، آخر بولے:

"نہیں بھتی، میں نے کبھی راج محل کا نام نہیں سننا۔"

"شکریہ انکل، بس یہی پوچھنا تھا۔ کسی روز آپ سے ملنے
 لیں گے۔"

"ضرور، ضرور، بھتی۔ یوں نہیں ۔۔۔ انہوں نے کہا اور رسپورٹ
 دیا۔ اس کے بعد ہم چاروں اٹھے اور اندر پہنچے۔ آبا جان اور
 اجی جان اپنے کمرے میں کرسیوں پر بیٹھے ابھی تک زور شور سے
 بحث کر رہے تھے۔ انہوں نے ہمیں کمرے میں داخل ہوتے دیکھا
 ضرور، لیکن صرف ایک نظر، اور پھر اپنی بحث میں مشغول ہو گئے۔
 "بالکل غلط بلیکم، اسلام، میں اس بات کی اجازت نہیں دیتا
 کہ ہم انہا حصہ دلت سمیٹنے اور جمع کرنے میں لگے رہیں۔ کھاؤ

"میں ایسا تو نہیں کہ جنگو نے ہمیں بھٹکانے کے لیے یہ چال
 پھی ہو۔ سیٹھ صاحب کے انداز میں یہ جبلہ لکھا اور کنکر پر لپیٹ
 کر میں اس وقت نیچے پھینک دیا جب ہم نیچے سے گزر رہے تھے
 اس لیے ہم چاہتے ہیں، کسی طرح راج محل کے بارے میں معلوم
 ہو جائے۔ خیر، ہم اپنی کوشش جاری رکھیں گے۔"
 آذ جمال اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے افسوس زدہ انداز میں ہم
 سے ٹھکھا لایے اور باہر کی طرف ڈریا۔

"ہمیں اس شر کے بڑے بوڑھوں سے ملا قاتیں کرنا ہوں گی۔
 شاید ان میں سے کوئی راج محل کے بارے میں کچھ بتا دے؟" میں
 نے تجویز پیش کی۔

"یکن ہم بڑے بوڑھوں کے پتے کہاں سے لائیں گے؟"
 آفتاب نے اعتراض کیا۔

"اس سے میں آبا جان اور انکل فارانی ہماری مدد کر سکیں
 گے۔"

"تو پھر پہلے انکل فارانی کو فون کریں۔ وہ سیر پا لوں کے شوقین
 ہیں۔ شاید انہیں کسی راج محل کا پتا ہو۔" اشفاق نے کہا اور میں
 نے سر ہلاتے ہوئے انکل فارانی کے بنز ملائے۔ فوراً ہی ان کی
 آواز سنائی دی۔

"ہیلو، انکل۔ میں شوکی بول رہا ہوں۔ آپ ٹھیک تو ہیں؟"

پر مزدود، لیکن دوسروں کا بھی خیال رکھو۔ یہ نہ ہو کہ تم خود تو پریث بھر کر سو رہو اور تمہارا پڑو سی بھوکا ہو۔
”میں کب کہہ رہی ہوں کہ پڑو سی بھوکے سوئیں۔ بے شک ہیں پڑو سیوں کا خیال رکھنا چاہیے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ناتھ آتی دولت کو ٹھوکر نہیں مارنا چاہیے۔ امتی جان نے پڑو زور انداز میں کرسی کے سمتے پر ناتھ مارا، لیکن ان کا ناتھ ذرا تر بھا پڑا اور ایسا جان کی انگلیوں پر جا لگا۔

”عیلم، مت بھولو کہ میں تمہارا شوہر ہوں۔ اب تم مجھ پر ناتھ بھی اٹھانے لکی ہو۔“ انہوں نے تملا کر گما۔

”ارے ارے، توہہ۔ میری آئندہ نسلوں کی بھی توہہ۔ بھلا میں اور آپ پر ناتھ اٹھاؤں گی۔ میرے ناتھ نہ ٹوٹ جائیں اس سے پسلے۔“ امتی جان نے دونوں ناتھ سے اپنے گہلوں کو پیش ڈالا۔ ”معاف کیجیے گا امتی جان، آپ اپنی آئندہ نسلوں کی طرف سے توہہ کس طرح کر سکتی ہیں اور آپ کی توہہ دوسروں کے لیے کس طرح قبول ہو سکتی ہے، جب کہ آپ کو معلوم ہی نہیں کہ آئندہ آپ کی نسلیں کیا کچھ کریں گی۔“ مم، میرا مطلب ہے، کیا کیا گل کھلا جیں گی۔“ میں نے جلدی جلدی کہا۔

”تل کھلانا کوئی بُری بات تو نہیں۔ بچوں تو بہت اچھے ملنے ہیں۔ ارے مگر، تم لوگ کس سلے میں آئے ہو؟“

”ہم ایسا جان سے راج محل کا نام پوچھنے آئے تھے۔“

”راج محل کا نام ہے ایسا جان بڑا بڑا۔“

”بھی ہاں کیا آپ کو معلوم ہے۔“

”تم نے تھوڑی دیر پہنچے بھی پوچھا تھا۔ ٹھوڑا بھی پہنچے یہ تو یاد کریں دو کہ راج محل کا بھی نام بھی سننے میں آیا ہے یا نہیں۔“
انہوں نے کہا اور سوچ میں گم ہو گئے۔ آخر سر اٹھا کر بوئے۔
”نہیں بھی، میری یاد و اشت میں راج محل کا نام موجود نہیں۔
لیکن معاملہ کیا ہے؟“

ہم نے مختصر طور پر معاملہ انہیں بتایا تو ان کی حیرت بہت بڑھ گئی۔

”کمال ہے، آخر سیٹھ ناٹھ کے ساتھ ہو کیا رہا ہے؟“

”بھی تو ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں، لیکن شاید اس وقت تک کچھ معلوم نہ کر پائیں؛ جب تک کہ راج محل کو تلاش نہیں کریتے۔“
”تب پھر تم یوں کرو کہ میرے ایک دوست سے ملو۔ وہ مجھ سے بہت زیادہ عمر سیدہ ہیں اور اسی شریں پیدا ہوئے تھے۔ شاید انہیں معلوم ہو کہ راج محل کماں واقع ہے۔“ یہ کہہ کر انہوں نے دوست کا پتا بتا دیا۔

ان کے دوست کا نام پروفیسر جیلانی تھا۔ ان کا پتا تلاش

کرنے میں ہمیں کوئی وقت نہیں ہوتی۔ ایسا جان کا نام سن کر وہ

بہت خوش ہوئے۔ اور سر د آہ بھر کر بولے :

”تائے، لیا زمانہ تھا، جیب میں اور مشتاق صاحب رات رات بھر پیش ہالا کرتے تھے۔ مخدلت مرضیعات پر بحث لیا کرتے تھے۔“

”جی رات رات بھر۔“ میں نے یہاں ہو کر کہا۔ اشفاق، اخلاق اور آفتاب کے پروردی پر بھی صرفت تھی۔

”ہاں بھی، جوانی میں بھی کا یہ عالم ہوتا ہے۔“

”اوہ ہاں، ٹھیک تو ہے انکل، اس وقت ہم نے آپ کو راج محل کے لیے تسلیع دی ہے۔“

”راج محل کے لیے تسلیع دی ہے، میں سمجھا نہیں۔“ ان کے لمحے میں صرفت تھی۔

”کیا اس شہر میں کوئی راج محل نامی عمارت، علاقہ یا آبادی ہے؟“

پروفیسر جیلانی سوچ میں ڈوب گئے، آخر بولے :

”جباں تک مجھے یاد پڑتا ہے، میں نے راج محل کا نام سنا ہے۔“

”جی، آپ نے کیا فرمایا، سنا ہے۔“ آفتاب تقریباً چلا اٹھا۔

”مشاید آپ نے یہ کہا ہے کہ راج محل کا نام نہیں رُنڈا۔“ اشفاق سے بھی رہا نہ گیا۔

”نہیں بھی، میں نے یہ کہا ہے کہ میں راج محل کا نام سُن چکا۔“

ہوں۔ کہاں سُندا یا دیکھا ہے، یہ یاد نہیں۔“ وہ مسکرا کر بولے۔

”تو پھر میر بانی فرم اکر یاد کیجیے۔“ ہمیں راج محل کی سخت صردوںت ہے۔ میں نے بوکھلا کر کہا۔

”لگاک، کیا کہا؟ راج محل کی سخت صردوںت ہے؟“ پروفیسر صرفت زدہ لمحے میں بولے۔

”اوہ، معاف کیجیے گا، راج محل کے پتے کی سخت صردوںت ہے۔“

”ہوں، لیکن بھی، تم لوگ اتنے بے چین کیوں ہو۔ کیا کیا کرتے ہر قسم لوگ آج کل۔“

”میں جا سو سی۔“ آفتاب نے مسمی صورت بنائی۔

”جا سو سی، لیکن کس کی؟“ ان کے لمحے میں بلا کی صرفت تھی۔

”بھی وہ۔“ بات دراصل یہ ہے بھی کہ وہ، ہم نے ایک ادارہ کھول رکھا ہے۔ شوکی اینڈ کو۔“

”نہیں، وہ ادارہ تمہارا ہے پڑو فیسر جیلانی اچھل پڑے۔“

”نچ جی، ہاں تے میں نے سہم کر کہا، یونکہ پروفیسر صاحب ہے۔“

نوٹ ناک انداز میں اچھے تھے، ہمیں تو صرفت اس بات پر تھی کہ ان کا سر کمرے کی چھت سے کیوں نہ جا ٹکرایا۔

”اٹ قدر، تو تم لوگ ہو، شوکی اینڈ کو۔“ میں سوچ بھی نہیں

سکتا تھا۔

”لیکن انکل، آپ ہمارے ادارے کے بارے میں کس طرح جانتے“

ہیں، اگر جانتے ہیں، تو پھر تو آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے تھا کہ یہ ادارہ آپ کے دوست کے بیٹوں کا ہے۔ میں نے یہاں پور کر کما۔ "ہاں، یہ ٹھیک ہے، لیکن مجھ میں ایک عیب ہے۔ میں اخبارات کی سر خیان پڑھتا ہوں۔ تفضیل سے کبھی بھی کوئی خبر نہیں پڑھتا، لہذا میں نے تمہارے کارناموں کی صرف سر خیان پڑھی ہیں۔"

"اوہ، تو یہ بات ہے۔ غیر اب آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ ہمیں راج محل کے پتے کی ضرورت کیوں ہو سکتی ہے۔" "ہاں، کوئی اسی قسم کا پکر ہو گا۔ غیر میں یاد کرنے کی کوشش کروں گا۔ ذہن پر برا بر زور دیتا۔۔۔ دیتا سے آگے کچھ بھی نہ بولے، تو چونکہ کہ ہم نے اس سمت میں دیکھا، جس طرف ان کا منہ تھا اور یہ دیکھ کر ہمارے لیے منہ کو آنے لے گے کہ کمرے کے دروازے میں جنگلو کھڑا تھا۔

گواہی

"آ۔ آ۔ آ۔۔۔ میں بکھانے کا۔
کیا کوئی گانا شروع کرنے کا ارادہ ہے بھائی جان؟" "آنکہ
نے بھٹا کر کما۔
"نن، نہیں۔ آ، آ یعنے جنگ دین صاحب، تا، تشریف لایے۔"
میں نے ایک کرسی کی طرف ہاتھ سے اشارا کرتے ہوئے مشکل کما۔
"جنگ دین نہیں، جنکو۔ جنکو غرایا۔"

"جج، جی۔ میں سمجھا تھا، شاید آپ کا اصل نام جنگ دین ہے۔
غیر غلط سمجھنے پر مجھے افسوس ہے۔ ہاں تو آپ تشریف رکھیے نا۔
میر کون صاحب ہیں شوکی، انہیں اس طرح بغیر اجازت میرے
گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے تھا۔ پروفیسر جیلانی نے من بناؤ کر کما۔
"یہ۔ یہ بن بلائے ہمہ ان میں پروفیسر صاحب، ہمارے بہت
مہربان ہیں۔ تھیں نے جلدی سے کما۔
"اگر یہ تمہارے دوست میں تو غیر، درجنہ میں انہیں پولیس کے

حوالے کرنا پسند کرتا۔

”یہ لوگ یہاں کیوں آتے ہیں۔ جنگوں نے جیسے پروفیسر جیلانی کا جذبہ استھانی نہیں۔

” یہ ۔ یہ ۔ یہ لوگ یہاں کسی پروفیسر جیلانی کہ دیتا چاہتے تھے کہ راج محل کے بارے میں پوچھنے آتے ہیں کہ میں بول اٹھا :

”پروفیسر صاحب، ہم یہاں کیوں آتے ہیں، اس بات کا ان صاحب کے علم میں لایا جانا ضروری نہیں، بلکہ مناسب بھی نہیں۔

”اوہ، اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ خیر تو مسٹر تم یہ رے گھر سے فوری طور پر نکل جاؤ، درنہ میں تھیں پویس کے حوالے کر دوں گا۔

”مسٹر پروفیسر آپ مجھے پویس کے حوالے نہیں کر سکیں گے۔ آپ پویس کو فون بھی نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ آپ سے جو معلوم

کرنا چاہتے ہیں، عمر بانی فرمائ کر مجھے بتا دیں، امتحان نہ بتائیں، دردنا.....“ ان افاظ کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔

جیلانی صاحب نے بے بسی کے انداز میں ہماری ٹاف دیکھا، جیسے پوچھ رہے ہوں۔ بھائی ٹوکی، آپ کیا کروں؟

”ہاں، تو یہ لوگ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔“ وہ غرائز۔

” بتا دیجیے، کوئی حرج نہیں۔“ میں نے موقع کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے کہا۔

”بب، بتا دوں۔ کیا واقعی ہے جیلانی صاحب نے بنے یقینی کے

انداز میں کہا۔

”ہاں، بتا دیجیے؛ میں نے پھر کہا۔

”اس طرح ملک اور قوم کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ انہوں نے پوچھا۔

اگر ملک اور قوم کو نقصان پہنچنے والا معاملہ ہوتا تو ہم ہرگز پہنچنے کے لئے اس صورت میں ہم یہ کہتے کہ انہل، چاہے جان چل جائے، پکھنے بتائیے گا۔ اشفاق نے پر جوش لجئے میں کہا۔

”ملکری، تو سوز مسٹر، یہ کسی راج محل کا پہنچنے آتے ہیں، میں ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ راج محل اس شر میں کہاں ہو سکتا ہے۔ ابھی تک تو مجھے کچھ یاد آیا نہیں۔“ انہوں نے جواب دیا۔

”ہوں، تو یہ بات ہے۔ آذر جمال کو بھی تم لوگوں نے مرت اسی لیے بلا یا تھا۔ خیر، کان کھول کر سن لو، تم راج محل تک نہیں پہنچ سکو گے۔ اول تو پروفیسر جیلانی کو یہ یاد ہی نہیں آتے گا کہ راج محل کہاں ہے۔“ ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ ٹرا اور تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔

”میں پویس کر فون کرتا ہوں۔ اس شخص کے غلاف روپرٹ ضرور درج کرانی چاہیے۔“

”بھی ضرور، یہ تو کتنا ہی ہو گا۔“ میں نے بے خیالی کے عالم میں

”تو آپ کسی راج محل کے بارے میں نہیں جانتے۔“

”بھی نہیں، نہیں پر مسلسل زور دینے کے باوجود کچھ نہیں جان سکا۔“ اس نے کما اور میں نے رسیور رکھ دیا۔

”یجھے انکل، اب آپ فون کریں۔“

پروفیسر جیلانی نے اپنے علاقے کے پویس شیشن کے نمبر ڈائل کیے۔ فون پر ساری تفصیل بتائی اور پھر رسیور رکھ دیا۔

”انکل پویس یہاں آ رہے ہیں۔ اس وقت تک تم لوگوں کو یہاں ٹھہرنا ہو گا، یکونکہ اس بات کے گواہ صرف تم ہو کہ اس شخص نے پستول نکال یا تھا اور دھکی بھی دی تھی۔ دوسرے یہ کہ گھر میں بغیر اجازت داخل ہوا تھا۔“

”کوئی بات نہیں، ہم ضرور ٹھہری گے اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس دوران پر سور راج محل کے بارے میں یاد کرنے کی کوشش بداری رکھے۔ یہ بہت ضروری ہے۔“

”ہاں، تم فکر نہ کر د، بلکہ میں اپنی بہت پرانی ڈائریکٹریاں بھی نکال لاتا ہوں۔ میری عادت ہے، جب بھی کوئی خاص بات یا خاص پیز نظر آتی ہے، اسے ڈائریکٹری میں ضرور لکھتا ہوں۔ شاید کسی ڈائریکٹری میں کیسی راج محل لکھا نظر آجائے تھے یہ کہہ کر وہ کمرے سے بخل گئے۔ تم پیا، پانچ منٹ بعد واپس آئے تو ان کے ہاتھوں میں بے شمار ڈائریکٹریاں تھیں۔“

کما۔ پروفیسر جیلانی فون کی طرف بڑھ گئے۔ ابھی انہوں نے رسیور الٹھایا، ہی تھا کہ آفتاب چلا اٹھا۔

”وہ مارا، جنگلو! ابھی ابھی یہاں سے لگا ہے۔ اس وقت سیٹھ ہاشم سے فون پر بات کی جاسکتی ہے۔“

”دیری گذشت۔“ میں نے خوش ہو کر کما اور جلدی سے فون کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

”معاف کریجیے گا انکل، پسندے مجھے ایک فون کر لینے دیجیے۔ اس کے بعد آپ پویس کو فون کریجیے گا۔“

”اپنی بات ہے۔“ وہ ایک طرف بہت گئے۔ میں نے جلدی جلدی سیٹھ ہاشم کے نمبر ملا۔ دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی رہی۔ آفر پورے ایک منٹ بعد آذ جمال کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو! کون صاحب؟“

”میں شوکی بول رہا ہوں۔ آپ کے اباجان سے فون پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ مہربانی فرمائ کر ان سے بات کردا رہیجیے؟“

”مجھے انہوں ہے۔“ وہ اس وقت گھری نیند سور ہے ہیں۔ میں ابھی ابھی انہی کے کمرے میں جامنگ کر آ رہا ہوں۔

”اوہ،“ اور جنگلو اس وقت گھر میں نہیں ہے۔

”ہاں، جب اباجان سو جاتے ہیں، تو وہ گھر سے چلا جاتا ہے۔“

”اس نے بتایا۔“

"لو بھی، ایک ایک ڈائری سینچال وو اور ہر صفحے پر راج محل کا لفظ دیکھتے چلے جاؤ۔ میں بھی اس کام میں تھارا سمجھتا ہوں گا۔ انہوں نے ڈائریاں ہمارے آگے ڈھیر کرتے ہوئے کہا۔

چنانچہ ہم نے ایک ایک ڈائری سینچال می اور ان کی درج گردانی شروع ہو گئی۔ ٹیک ہیں منٹ بعد دروازے کی گھنٹی بھی۔ آج پروفیسر چیلانی کے گھر میں بھی اتفاق سے اور کوئی سینس خارجی ایک شادی میں ثابت کرنے لگتے ہوئے تھے۔ اس یہے مجھے ہی انہ کر دروازہ کھولنا پڑا۔ دروازہ کھونتے پر ایک سب اسپکٹر اور چند کائیں بول پر نئم پڑی۔ پروفیسر صاحب نے جلدی جلدی اسے ساری بات بتائی۔

"تو آپ اس شخص کو جانتے ہیں۔" وہ ہماری طرف مراہیں اس طرح گھوڑ رہتا، جیسے ہم کوئی عجیب و غریب چیزیں ہوں۔

"جج، ججی ہاں۔" میں نے بوکھلا کر کہا اور جنگو کے باشے میں اسے بتا دیا۔

"تو وہ شخص سیٹھ ناٹھ کی دیکھ بھال پر ماہور ہے۔ نیز، میں آپ س کے بیانات لکھوں گا اور آپ کے دستخط لوں گا۔ اس کے بعد جنگو کو گرفتار کیا جائے گا، آپ فکر نہ کریں۔" اس نے کہا اور سب سے پہلے پروفیسر چیلانی کا بیان لکھا۔ اس کے بعد ہماری باری آئی۔ بیانات کے پیچے دستخط بھی کر لئے گئے، پھر وہ اٹھتے ہوئے بولا:

"میں اسی وقت جنگو کے پاس جا رہا ہوں۔ فون پر اس کی گرفتاری کی اطلاع دوں گا۔"

"بہت بہت مشکل یہ ہے۔"

اور وہ چلا گیا، ہم ڈائریوں پر جٹے رہے۔ آدھ گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بھی۔ پروفیسر صاحب نے چونکہ کرویسور اٹھایا اور بوجے:

"ہیلو، پروفیسر چیلانی بول رہا ہوں۔"

پھر وہ دوسرا طرف سے کی جانے والی بات سنتے رہے۔ آخڑ تھکے تھکے انداز میں فون رکھ کر ان کی طرف مرے۔

"پوسیں جنگو کو گرفتار نہیں کر سکی۔"

"اوہ، تو وہ بھاگ نکلا۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"نہیں، جس وقت وہ یہاں موجود تھا۔ اسی وقت کے باشے میں سیٹھ ناٹھ اس کے گواہ ہیں کہ وہ ان کے ساتھ ان کے کمرے میں موجود تھا۔"

"اوہ، ہم دھک سے رہ لگئے، پھر میں نے تقریباً پیغام کر کہا۔"

"یکن وہ یہاں تھا، ہم چشم دید گواہ ہیں۔"

"سیٹھ ناٹھ بھی اس بات کے چشم دید گواہ ہیں۔" پروفیسر چیلانی بولے۔

"اوہ، اے، مگر۔ سیٹھ ناٹھ کا بیٹا آڈر جمال اس بات کی گواہی دے گا کہ اسی وقت جنگو ان کے والد کے کمرے میں نہیں تھا۔"

ہی نہیں تھا۔ آذ جمال صاحب نے اپنے والد کے کمرے میں جانکا
ٹھا۔

”اطلاع کے لیے شکرگزار ہوں۔ میں ابھی آذ صاحب سے
بات کرتا ہوں۔“

”تو پھر فون کا رسیور ہاتھ میں رکھئے۔ اس طرح ہم اس کا
جواب سن لیں گے۔“

”کوئی حرج نہیں، ضرور سن لیں۔“ اس نے کہا۔ جلد ہی میں
نے آذ جمال کو کہتے تھے۔

”جنگو آج صبح سے اب تک ایک بار بھی گھر سے نہیں گیا۔
میرے والد صاحب کے کمرے میں ہی رہا ہے۔“

اور میں دھک سے رہ گیا۔ جب میں نے یہ بات اشناق
اخلاق اور پروفیسر صاحب کو بتائی، تو ان کی آنکھیں بھی کھلی کی
کھلی رہ گئیں۔



تمام ڈائریوں کو دیکھنے کے بعد ہم بہت تحکن محسوس کرنے
لگے، آخر وہاں سے رخصت ہوئے اور ایک بار پھر سیٹھ ناٹھ کے
گھر پہنچے۔ گھنٹی کے جواب میں آذ جمال نے دروازہ کھولا اور میں

”میں نے اپنکے صاحب سے یہ بات نہیں کہی۔ پروفیسر جیلانی
جلدی سے بولے۔“

”تب پھر ہمیں اپنکے صاحب سے فون پر بات کرنی چاہیے؟
یہ کہ کہ میں نے پھر سیٹھ ناٹھ کے نمبر گھانتے۔ جلد ہی جنگو کی
آواز سنائی دی۔“

”کون بول رہا ہے؟“

”پلو میں اپنکے صاحب سے بات کرادیں۔“ میں نے بار عرب بھے
میں کہا۔

”آواز کو بار عرب بنانے سے آواز نہیں بدل جایا کرتی، مجھے
مestr shukri۔“ جنگو کا لمحہ نداق اڑانا محسوس آیا۔

”وہ یہیں ہیں، تو بات کر لو۔“ اس نے جلدی سے کہا اور
پھر سب کو اپنکے کی آواز سنائی دی۔

”ہاں جناب، اب کیا بات ہے۔“ اس کے لمحے میں ناگواری
کی جھلک ہتی۔

”دیکھیے، اس بات کے گواہ سیٹھ ناٹھ کے بیٹے بھی ہیں کہ
جس وقت جنگو پروفیسر جیلانی صاحب کے گھر میں ہم پر سپول تائے
کھرا تھا۔ اس وقت یہ ہاں نہیں تھا، کیونکہ ہم نے یعنی اس وقت
سیٹھ ناٹھ کو فون کیا تھا، جب جنگو یہاں سے مکلا ہی تھا اور آذ
صاحب جانتے ہیں کہ جنگو اس وقت ان کے ابا جان کے کمرے

دیکھتے ہی بولا :

"میں جانتا ہوں، آپ میرا جواب سن کر بہت بیرون ہوئے ہوں گے، یہکن میں اور کرمجی کی سکتا تھا، مجھوں تھا، یہی کتنا پڑا کہ جنگو گھر نے کہیں نہیں لیا۔ اگر میں یہ نہ کہتا تو پوٹیس اسے گرفتار کر لیتی اور اب آجان کی حالت خراب ہو جاتی ہے"۔

"ہوں، پھر کوئی بات نہیں، دیکھا جائے گا۔ آپ کے بھائی اور بہن ملazموں سمیت واپس آگئے ہیں یا نہیں؟" "آپکے ہیں، یہکن بہت تھکے ہوئے ہیں، آرام کرو رہے ہیں" "ہم ان کے آرام میں فل نہیں ڈالیں گے۔ ان سے چند ایک سوالات کریں گے"۔

"تو پھر آئیے، مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔

وہ ہمیں لے کر ایک کمرے میں داخل ہوا اور پھر ہماری نظریں ایک معصوم سے نوجوان پر جنم کیتیں۔ وہ ہمیں دیکھ کر خوف سے نکھر تھر کا پننے لگا۔

"یہ کون ہیں بھیا۔ مم، مجھے ان سے بچاؤ۔" اس کی آوازیں لرزش تھیں۔

"یہ کچھ نہیں کہیں گے بھائی جان، ڈریے مت"۔

"ہم آپ کے دوست ہیں جناب، آپ کا نام کیا ہے؟" میں نے نرم آواز میں پوچھا۔

"مم، میرا نام۔ یہکن نام کے کہتے ہیں۔ اس نے کمرے کی دیواروں کو گھوڑا۔

"کیا آپ ان کا علاج نہیں کر رہے ہیں؟"

"کیوں نہیں، ان کا علاج بھی طوسی بسادر ہی کر رہے ہیں"۔

"کیا آپ کو بس ایک ڈاکٹر طوسی ہی مل سکے ہیں؟" میں نے جمل کر کیا۔

"اب آجان کے علاج کے لیے انہیں بُلا کر غلطی کر بیٹھا تھا۔"

آج تک پہچتا رہا ہوں۔ اب اگر کسی اور ڈاکٹر کو بلا تا ہوں تو ڈاکٹر طوسی ناراض ہو جاتے ہیں اور ان کی ناراضی کا مطلب ہے، جنگو کا گھر سے پلے جانا۔ ادھر جنگو گھر سے نکلتا ہے، ادھر آباجان کی طبیعت اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ان حالات میں آپ ہی بتائیے، کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"جنگو کے جانے کے بعد آپ نے کبھی کسی ڈاکٹر کو بلا کر انہیں دکھانے کی کوشش نہیں کی۔"

"نہیں، آتنا موقع ہی نہیں ملتا۔ حالت اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ فوری طور پر ڈاکٹر طوسی سے معافی مانگنا پڑتی ہے اور پھر وہ جنگو کو بیچج دیتے ہیں۔ جنگو آکر اب آجان کو ایک انگلشن رکھتا ہے اور اب آجان بالکل ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ دوسرے نظلوں میں ان کی دو اصراف ان ہی کے پاس ہے"۔

یکن ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ ایک موقع پیدا کریں اور جگو گھم سے بچائے، کسی سپیشٹ کو دکھاویں، بلکہ سپیشٹ کو پہلے ہی گھر میں بلا کر بھایں۔

اس میں خطرہ ہے، بہت بڑا خطرہ۔ ابا جان کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ آذنے کا تپ کر کما۔

غیر، آپ کی مرضی۔ آئیے، ذرا ہم آپ کی بہن سے بھی ملیں۔

آذر انہیں لے کر ایک اور کمرے میں داخل ہوا۔ ایک انڈھی لرڈ کی بستر پر بیٹی نظر آئی۔ اس کی عمر سولہ سال ری ہو گی۔ قدموں کی آہنگ سن کر اس نے فوراً کہا:

بھائی جان، آپ کے ساتھ کون ہے؟

میرے ساتھ ہمارے چند دوست، میں ثریا، یہ تم سے ملنے آئے ہیں۔

شکریہ، آئیے، تشریف رکھیے۔

مر بانی، میں نے کما، پھر بیٹھنے کے بعد بولا:

آپ کا اپنے ابا جان کی بیماری کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جس دن سے میں انڈھی ہوئی ہوں۔ ان کے کمرے میں نہیں گئی۔ ان کے داغ پر تو پہلے ہی اثر ہے، مجھے انڈھا دیکھ کر کہیں ان

کے داغ پر اور بُرًا اثر نہ ہو۔ اس نے کہا۔

تو کیا آپ نے حال ہی میں اپنی آنکھوں کی روشنی گزائی ہے؟ میں نے یہان ہو کر پوچھا۔

جب ہاں، ان سے چند روز بعد انڈھی ہوئی تھی۔ میری آنکھوں سے پانی بہت بہتا تھا۔ ڈاکٹر نے آنکھوں میں ڈالنے کے لیے قطروں والی ایک دوائی دی تھی۔ ہر روز سوتے وقت میں اس دوا کا ایک ایک قطرہ دونوں آنکھوں میں ڈالا کرتی تھی۔ ایک رات دوا کیا ڈالی کہ میری آنکھوں میں آگ لگ گئی۔ میری تصحیح و پکارنے سارے گھر کو جمع کر لیا۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ آنکھوں پر پٹی کی گئی۔ اور جب پٹی کھلی تو میری آنکھیں ضائع ہو چکی تھیں، نہ جانے کیوں اور کیسے؟

تو کیا اس دوا کو چیک نہیں کرایا گی؟ اخلاق نے بے صین

ہو کر پوچھا۔ بالکل چیک کرایا گیا تھا، یکن اس دوا میں ایسی کوئی پیزیر نہ ثابت ہو سکی جو آنکھوں کو نقصان پہنچاتی۔ اس نے جواب دیا۔

عجیب بات ہے: آفتاب بڑھ رہا۔

اور اس سے دو تین روز پہلے آذر بھائی پر کسی نے سوتے میں حملہ کیا تھا، یکن حملہ اور کا ناتھ بھک گیا اور چاقو ان کے بازو میں پیوست ہو گیا۔

"اوہ، تو آپ پر حملہ ہوا تھا، آپ نے ہیں بتایا ہیں نہیں: اشناق نے چران ہو کر کما۔
"اس دلتنے کا اباجان کے معاملے سے کیا تعلق، اس نے نہیں بتایا ہے اس نے کما۔

"آذر بھائی کا خون بہت بہت گیا تھا۔ ان کا رنگ ہلدی کی طرح زرد ہو گیا۔ ناصر بھائی جان نے انہیں اپنا خون دیا۔ خون دیشے سے وہ بھی کمر در ہو گئے، پھر میری آنکھیں جاتی رہیں تو انہیں اس قدر صدمہ پہنچا کہ ان کا دماغی تواذن بگڑ گیا۔"

"اوہ، یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص آپ کے پورے خاندان کا دشمن ہو گیا ہے۔ یہ نے نیچہ نکالا۔

"مال، سب لوگ یہی کہتے ہیں۔ نہ جانے وہ کون ہے اور کیوں ہمارا دشمن ہو گیا ہے۔

اور ہیں سیٹھ ہاشم کے الفاظ یاد آنے لگے، انہوں نے کہا تھا، وہ بہت خوفناک ہے۔ خونی اور بے رحم قاتل وغیرہ۔

خيالي تصوير

تھک ہار کر ہم دفتر پہنچے اور پھر چونک اٹھے۔ ارشد کے علاوہ دفتر میں کوئی اور بھی تھا اور میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھا تھا، میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کا مطلب یہ تھا کہ آنے والا کسی ضرورت کے تحت آیا ہے۔

"لک—لک—کا۔ کیس۔ آفتاب ہلکایا۔

"تم تو اس طرح ہلکا۔ رہے ہو، جیسے وہ کوئی زندہ سلامت آدمی نہیں، جن بھوت ہو۔" اشناق نے بُرا سامنہ بنایا۔

"مجھے جن یا بھوت سے ڈرنے کا آج تک اتفاق نہیں ہوا۔

آفتاب نے متھے بنایا۔

"اچھا بس، چپ رہو۔" میں نے بھنا کر کما اور اندر داخل ہو گیا۔ کرسی پر بیٹھی ہوئی عورت یاک دم ہماری طرف ٹری اور پھر کھڑی ہو گئی۔

"شش، شوکی برادرز؟" اس نے سوالیہ اتنازی میں کما۔

”مشش، شوکی نہیں، صرف شوکی“ میں نے جدیدی سے کہا۔

”نج، جی ہاں، بالکل ت اس نے احتمال انداز میں کہا۔

”تشریف رکھیے۔ ارشد، تم بتاؤ، یہ محترمہ کیوں آئی ہیں؟“

”جی، ان کا شوہر گم ہو گیا ہے اور یہ آپ کے ذریعے اپنے شوہر کو تلاش کرنا چاہتی ہیں؛ ارشد نے فوراً کہا۔

”تو آپ کے شوہر گم ہو گئے ہیں؟“ میں اس کی طرف مرا۔

وہ ایک ادھیر عمر عودت بھی۔ چہرے پر نکر کے بادل تیرہ ہے تھے۔

”جی ہاں، یہی بات ہے۔“

”آپ نے پوسیں میں روپورٹ درج نہیں کروائی؟“ میں نے پوچھا۔

”سبھی کچھ کر چکی ہوں، لیکن ابھی تک اس کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔“ اس نے بڑا سامنہ نیایا۔

”ٹھیک ہے، ہم آپ کے شوہر کو تلاش کر دیں گے۔ سب سے پہلے معادضے کی بات ہو جائے۔ اس کے بعد ہم سارے حالات تفصیل سے نیس گے۔ اگر معادضے پر بات نہ ہو سکی تو پھر آپ کو حالات سنانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔“ آفتاب نے جدیدی سے کہا۔ میں، اشFAQ اور اخلاق اسے تیز نظر دی سے گھورنے لگے۔ یونکہ اتنی روکھی بات تو ہم نے آج تک کسی گاہک سے بھی نہیں کی تھی۔

”ہاں، کیوں نہیں۔ میرے پاس جو کچھ ہے نے آئی ہوں؟“

یہ کہ کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ میز کے نیچے سے نکال کر ہمایکے سامنے اور پر رکھ دیے۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ایک پوٹلی تھی۔

”اس پوٹلی میں کیا ہے؟“

”میرے زیورات۔ ان زیورات کے علاوہ میرے پاس کچھ بھی“

نہیں۔“ اس نے کہا اور پوٹلی کھول دی۔ اس میں تین زیورات سونے کے اور دو موتویوں کے تھے۔

”اورے ارسے خار،“ یہ آپ کیا کہ رہی ہیں۔ ہم نے زیورات کی

صورت میں معاوضہ کبھی نہیں یافت ہیں بوجھا۔

”تو پھر میں کیا کروں؟“ میرے پاس تو اور کچھ نہیں ہے۔ وہ

بے چارگی کے انداز میں بولی۔

”نیز، آپ ان زیورات کو پوٹلی میں باندھ کر اپنے پاس رکھیں اور حالات سنائیں۔“

”ایک منٹ بھائی جان۔“ آفتاب نے بے تاباذ انداز میں

ہاتھ اٹھا کر کہا؛ ”مجھے یاد آیا، ہم تو پہلے ہی ایک کیس میں ابھے

ہوتے ہیں۔ ایک وقت میں دو دو کیس کس طرح حل کر دیں گے۔ یہ

بھی سوچا ہے بھائی جان؟“

”واقعی، یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔ نیز، سوچ لیتے

ہیں۔ ہاں محترم، آپ حالات سنائیے：“

”میرا شوہر سات آٹھ ہاں سے کم ہے۔ اس کا کوئی پتا نہیں۔“

"اور آپ کی فیس؟ اس نے چرانہ بوکر کہا۔

"ہم لوگوں کے زیورات فیس میں وصول نہیں کرتے۔ اگر ہم نے آپ کے خاوند کو تلاش کرایا تو ان کی مدد سے آپ ہماری فیس ادا کر دیجیے گا اور اگر وہ بھی فیس ادا کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں تو بھی کوئی بات نہیں تھیں میں نے جلدی چندی کما اور آفتاب بجھے بڑے منہ بنانے لگا۔ عورت کے نکلتے ہی اس نے کہا:

"بھائی جان، آخڑ اس سے زیورات لینے میں کیا صرف تھا۔"

جب وہ ہماری فیس ادا کر دیتی، ہم اس کے زیور واپس کر دیتے۔ "زیور رکھ کر ہم کیا کرتے۔ اگر ہم میاں اکرم کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے اور وہ نہیں ادا کرنے کی پوزیشن میں ہوا تو بھلا وہ ایسا کیوں نہیں کرے گا؟" میں نے بھتنا کر کہا۔

"بھائی جان، آج کی دنیا کے انسانوں کا خون سفید ہو گیا ہے۔ یہاں لوگ ان ہی مہربانوں کو ڈھنگ ارتے ہیں، جنمون نے ان کے سامنے نیکل کی ہوتی ہے۔ لوگ نیکل کو بھول جاتے ہیں اور نعمان پہنچانے کی ٹھیکان یتے ہیں، وہ نعمان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ آفتاب نے درد بھرے لمحے میں کہا۔

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ آج کل دنیا کے حالات کچھ اسی قسم کے ہو گئے ہیں، میکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اپنا راستہ چھوڑ دیں، بھلانگی کے کام کرنا ترک کر دیں اور برائی پر

ایک رات وہ گھر سے ملا جا اور پھر بوٹ کر نہیں آیا۔ یہ کہہ کر یہ تھا کہ ایک ضروری کام سے جا رہا ہے، ایک گھنٹے تک بوٹ آئے گا، میکن سات آٹھ ماہ گزرنے کے بعد بھی اس کا ایک گھنٹا بھی تک پورا نہیں ہوا۔ اس نے روتے ہوئے کہا۔

"ہوں، آپ کے خاوند کام کیا کرتے تھے۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا کون لوگوں میں تھا۔"

"وہ کسی دفتر میں ملازم تھے۔ میں ان کے دوستوں کے باشے میں کچھ نہیں جانتی۔ کبھی کوئی دوست ان سے گھم ملنے نہیں آیا۔ وہ ضرور جلتے رہتے تھے۔"

"اوہ، تب تو حلالات میوس کن تھے۔ ہم ان کا سراغ کس طرح لگا سیکیں گے۔ نہر، آپ یہ بتائیے، ان کا نام کیا ہے۔"

"ان کا نام میاں اکرم ہے۔ اپنا نام اور پتا بھی لکھوادیں، تاکہ ہم آپ کو اپنی کارگزاریوں کی اطلاع دے سکیں۔" میں نے آفتاب کو نوٹ کرنے کا اشتراک کرتے ہوئے کہا۔

"میرا نام رشیدہ خاتم ہے۔ آبادی موگریں میں رہتی ہوں۔ مکان نیبر چار سو قین ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ اب جاسکتی ہیں۔ ہم انہیں تلاش کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ میں نے کہا۔"

کم بازدھ میں یہ کچے ہو سکتا ہے۔

”یہاں سوال تو یہ ہے کہ ہم اس کے خادم کو تلاش سکس طرح کریں گے۔ ہمیں تو اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ہے۔ فکر نہ کرو، عورت ہمیں پتا دے گئی ہے۔ ہم اس سے اس کے شوہر کی کوئی تصویر حاصل کریں گے۔ تصویر کی مدد سے ہم ضرور اس کا کوئی سراغ لگایں گے، وہ جس دفتر میں ملازم تھا، وہاں سے بھی تو چھ سات ماہ سے غائب ہے۔ دفتر والوں نے اسے دفتر میں حاضر ہونے کی ہدایت کا نوش اخبارات میں ضرور شائع کر دیا ہو گا۔ اس طرح ہم اس کے دفتر کا نام معلوم کر سکیں گے۔ ایک بار دفتر کا نام معلوم ہو گیا، پھر ہم اس کے دوستوں کا پتا چلا ہی لیں گے۔“

”بہت خوب، ہم تو واقعی جاسوس بننے جا رہے ہیں۔“ اخلاق خوش ہو کر بولا۔

”اور ہم ابھی تک راج محل کا بھی سراغ نہیں لگا کے۔“ اشفاق نے گویا یاد دلایا۔

”اے ہاں، ٹھہرو۔“ شاید پروفیسر جیلانی صاحب کو کچھ یاد آگیا ہوتے ہے کہ کریں نے ان کے بہر ملائے۔ فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی۔

”ہسپر، پروفیسر جیلانی بول رہا ہوں۔“

”اور یہ میں ہوں انکل شوکی۔“ میں نے فوراً کہا۔

”انکل شوکی، بھئی، یہ تم انکل کب سے ہو گئے۔“ پروفیسر جیلانی نے یہ رآن ہو کر کہا۔

”جی نہیں انکل، میری ایسی مجال کہا۔“ انکل کا لفظ تو میں نے آپ کے بیسے ادا کیا ہے، ماں تو راج محل کے بارے میں آپ کو کچھ یاد آیا۔“

ابھی تک نہیں، یہاں میں مسلسل ذہن پر زور دے رہا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں بہت جلد یاد کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔“ یہ لکھتے ہوئے انہوں نے رسیدور رکھ دیا۔

”جب تک ہمیں راج محل کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو جاتا، اس وقت تک ہم اس کیس کے سلسلے میں شاید کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ تو پھر کیوں نہ اس دراں ہم دوسرے کیس پر کام شروع کر دیں اور رشیدہ خانم سے اس کے شوہر کی تصویر حاصل کرنے کی کوشش کریں۔“

”بات تو ٹھیک ہے، آؤ پھر چلیں۔“

میاں اکرم کا گھر تلاش کرنے میں چند منٹ لگ گئے۔ رشیدہ خانم نے ہمیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا، جب اس کا اس طرح دیکھنا بند نہ ہوا تو آفتاب سے رہا تھا۔

”ہم شوکی برادران ہی ہیں، کوئی سمندری مخلوق نہیں۔“

ہوتی کب تھی۔ شوہر کے گم ہونے سے پہلے یا پہلے یا بعد میں؟
بعد میں؟ اس نے کہا۔

”تو اس چوری میں تصویریں بھی ساتھ پہنچیں گے۔“ اشناق
نے چران ہو کر کہا۔

”بھی ہاں، دوسرے سامان میں شامل، وہ بھی چوری ہو گئی۔“
”میں سمجھا، شاید چوروں کو خاص طور پر تصویروں کی ضرورت
تھی۔“ اشناق نے جدی سے کہا۔

”احمق بننے کی کوشش نہ کرو۔ چوروں کو بھلا تصویریں چرانے
کی یا ضرورت تھی، یعنی وہ یہاں بیٹھ کر تصویریں دوسرے سامان
سے اگ کرنے نہیں گز سکتے تھے۔“

”بھج، بھی ہاں۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“ اشناق نے مسمی
صورت بن کر کہا۔

”غیر، کوئی بات نہیں۔ ہم خیالی تصویر سے کام چلاسیں گے۔“
آفتاب بول چڑا۔

”خیالی تصویر، کیا مطلب؟“

”بھی خیالی تصویر کو دوسرے نفلوں میں حلیہ لکھتے ہیں۔ آپ
اپنے شوہر کا حلیہ تو بتا ہی سکیں گے۔“ افلاق نے جل کر کہا۔

”اوہ، بھی ہاں، یکوں نہیں۔ وہ ادھیر عمر کے آدمی ہیں۔“
صفات ستر اہے۔ سر کے بال آدھے سفید، آدھے سیاہ ہیں۔ بدن پتلہ

”مل، یعنی ابھی بھی تو میں آپ سے مل کر آ رہی ہوں۔
اس قدر جلد آپ کو آنے کی کیا ضرورت تھی؟“ اس کے لمحے میں
بلکی سیرت تھی۔

”ایک ضرورت پھینج لائی۔ آپ ہمیں کوئی ایک بات بھی
ایسی نہیں بتا سکیں جس سے آپ کے شوہر کا سراغ لگانے میں
مدد مل سکے، لہذا ہمیں یہاں آتا پڑا۔ ہم ذرا آپ کے شوہر کا
کمرہ اور الماری دیکھیں گے، شاید ہمیں کوئی کام کی چیز مل جائے
اور اگر آپ ہمیں ان کی کوئی تصویر دے سکیں تو بہت ہی مہربانی
ہو گی۔“

”تصویر، یہی تو مشکل ہے۔“ اس نے پریشان ہو کر کہا۔

”بھی، کیا فرمایا، تصویر مشکل ہے؟“

”بھج، بھی نہیں، بات یہ ہے کہ میں ان کی کوئی تصویر نہیں
دے سکتی۔“

”کیا مطلب؟“

”پچھے دونوں پہلے گھر میں چوری ہو گئی تھی۔ چوروں نے پچھلی
نہ چھوڑا۔ ان پھرزوں کے ساتھ تصویریں اور ان کے نیکیوں بھی چلے گئے۔
اب آپ ہی بتائیے، میں تصویر لاؤں تو کہاں سے۔“ پویس نے
بھی تصویر ماٹھی تھی۔

”اوہ، تو یہ بات ہے۔ خیر، کوئی بات نہیں۔ یہ بتائیے چوری

دبلہ اور چست نظر آتا ہے، قد درمیانہ ہے۔

چھرے کے نتوش پر بھی روشنی ڈالیے۔ میں نے لفڑ دیا۔

چھرہ گول، ناک کی نوک ابھری ہوئی۔ شلوٹی میں بلکا سارگھڑا
آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ رنگ کی۔ اس نے بتایا۔

شکریہ، اس سے کام پل جائے گا۔ اب ہمیں ان کا کمہ دکھا دیں
شاید ہمیں کوئی کام کی پیزی مل جائے، ان کے دفتر کا سراج مل
جائے۔ میں نے کہا۔

آئیے میرے ساتھ۔

وہ ہمیں لے کر ایک کمے میں داخل ہوئی۔ کمرہ بے ترتیبی کا
شکار تھا اور گرد آسود تھا۔ رشیدہ خاتم شاید شوہر کے گم ہونے سے
پریشان تھی، اس پیسے کمرہ صاف نہیں کر سکی تھی، یا پھر اس نے اس
پیسے کمرہ صاف کرنے کی مزدورت محسوس نہیں کی تھی کہ شوہر تو
گم ہے۔ اس کا کمرہ کی صاف کیا جائے۔ یہی سوچتے ہوئے ہم
نے کمرے کا جائزہ یعنی شروع کیا۔ اس دوران میں یہ بھی سوچ
رہ تھا کہ ہم تو سیطہ ہشم والے معاملے میں انجھے ہوئے ہیں۔
اسے درمیان میں چھوڑ کر کس چکر میں پڑ گئے۔ کہیں نہ اس معاملے
کے رہیں نہ اس کے۔

ادھر وہ معاملہ راج محل پر آ کر اٹک گئی۔ گھر کے انہاد
بے بس ہیں۔ جنگلو اور ڈاکٹر طوسی بہادر کے مقابلے میں ان کی کوئی

پیش نہیں جاتی۔ اب ہم خدا سے دعا ہی کر سکتے ہیں کہ وہ ہمیں
اپنے محل کا سراج علا فرمادے۔ میں نے بے چارگی کے عالم میں کہا
” یہ معاملہ بھی تو آگے بڑھتا نظر نہیں آتا۔ اخلاق نے
کندھے اچکائے۔

” ہوں۔ ہمارا کام کوشش کرتے رہنا ہے۔ کامیابی اور ناکامی
لڑکے ہاتھ ہے۔ اشراق نے کہا۔

لڑکے سے کوئی بھی کام کی چیزیں نہ مل سکی۔ سیاہ رنگ کا
بلڑی لا ایک موٹا سا ڈنڈا ضرور فرش پر پڑا تھا، لیکن بعداً اس
ڈنڈے کی کیا اہمیت ہو سکتی تھی، پھر بھی میں نے ڈنڈے کو اٹھا کر
بیکھا اور اس احتیاط سے اٹھایا کہ اس پر موجود انگلیوں کے
شہادت ڈنڈت سکیں۔ ڈنڈے پر میں جا ہوا تھا اور اس میں پر
انگلیوں کے نشادت بہت واضح تھے۔

” کیا یہ ڈنڈا آپ کے شوہر کا ہے؟

” جی ہاں، انہیں کوئی سے بہت ڈر لگتا ہے۔ رات کے
وقت انہیں جب بھی باہر جانا پڑتا تھا، وہ اس ڈنڈے کے لیفڑ
نہیں جاتے تھے۔

” کیا اس اصول پر وہ سختی سے عمل کرتے تھے؟ آنکھ
نے سیران ہو کر پڑ چا۔

” جی ہاں؟ رشیدہ خاتم نے کہا۔

”تب پھر، جس رات وہ غائب ہوئے، اس رات وہ یہ ڈنڈا ساخت کیوں نہیں لے گئے تھے۔“ آفتاب نے کہا اور میں نے اس کی طرف تعریفی نظریں سے دیکھا، یونکر اس نے ایک اچھا سوال کیا تھا۔

”اس کے سوا میں کیہ سلتی ہوں کہ وہ بھول گئے ہوں گے؟“
”اگر وہ بھول گئے تھے تو آپ نے انہیں کیوں یاد نہیں کر رہا۔“ اخلاق نے اعلیٰ حاضر کیا۔
”میں اس وقت نیند میں بھتی۔“

”غیر، کوئی بات نہیں۔“ یہ لکھتے ہوئے میں ڈنڈے کا جائزہ لینے لگا۔ وہ کافی ذہنی تھا۔ اچانک اس کے سرے پر مجھے ایک ٹوپی دار پن سی لگی محسوس ہوئی۔ سوچے سمجھے بغیر میں نے اسے دبا دیا۔ ”سرے ہی لمبے خوف کی وجہ سے ایک پیچنے یہرے منہ سے نکل گئی۔ ڈنڈا ہاتھ سے نکل کر نیچے گر گیا۔ اشخاص اخلاق، آفتاب اور رشیدہ خامد دھک سے رہ گئے۔ ڈنڈے کے دوسرے سرے پر ایک لمبے پھل والا خیز نکل آیا تھا اور یہ بالکل اس طرح نکلا تھا۔ جیسے چھتری لاٹھن دبانے سے وہ کھل جاتی ہے۔

”ارے باپ رے، یہ تو بہت خطرناک ہتھیار ہے۔“ میں نے بوکھلا کر کہا۔

”مجھے تو اس کے دوسرے سرے پر بھی ایک پن نظر آ رہی۔“

ہے؟“ آفتاب نے لھر تھر کا نیپتی آواز میں کہا۔

”بھتی، میں تو دوسری پن نہیں دباوں گا۔ کہیں اس سرے سے کوئی ساپ نہ نکل آتے۔“ میں بولا۔

”چھوڑیے بھائی جان، ایک ڈنڈے سے ڈر گئے ہے آفتاب آگے بڑھا۔

”ارے ارے، یہ خطرناک ہے، مت چھوڑا اسے، نہ بین دباتا۔“ میں نے گھرا کر کہا، لیکن اتنی دیر میں احباب جھک کر ڈنڈے کی دوسری پن دبا چکا تھا۔ فوراً ہی اس طرف سے ایک پستول کی نالی چاہنکنے لگی۔ ڈنڈے میں ایک جگہ ٹوپی بھی نظر آیا۔

”اٹ فدا، یہ تو بیک وقت یعنی پھیزیں ہیں۔ ڈنڈا بھی، خیز بھی اور پستول بھی۔“ آفتاب نے گھرا کر کہا۔

”تو اسی یہے میاں اکرم اس ڈنڈے کے بغیر گھر سے نہیں جاتے تھے۔ یہ ان کی حفاظت کے کام آتا تھا، لیکن سوال تو یہ ہے کہ انہیں حفاظت کی ایسی کیا ضرورت تھی۔ کیا ان کے بہت سے دشمن تھے۔ یہ بات ہم اس وقت تک نہیں جان سکتے، جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے، وہ کرتے کیا تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے انہیں کچھ لوگوں سے خطرہ تھا اور اس خطرے کے پیش نظر وہ یہ ڈنڈا ساختہ رکھ کرتے تھے، لیکن اس روز وہ ڈنڈا ساختہ نہ لے جا سکے اور وہ خطرہ انہیں پیش آگئی۔“ میں جلدی جلدی کہتا

چلا گیا۔

"یہی بات نظر آتی ہے۔ اس ڈنڈے پر انگلیوں کے نشانات بھی صاف موجود ہیں۔ یہ نشانات بھی ہمارے کام آسکتے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی اعزازی نہ ہو تو یہ ہم اپنے ساتھے جائیں۔ نشانات اتردا کر واپس کر دیں گے۔"

"بھلا مجھے کیا اعزازی ہو سکتا ہے۔ میں تو اسے دیکھ کر ہوں بھی بہت ڈر لگتی ہوں۔" رشیدہ خاتم کا پک کر بولیں۔ اور ہم ڈنڈے کو کاغذ میں لپیٹ کر باہر نکل آئے۔ کاغذ

میں پیٹنے سے پہلے ہم غیرخوار پستول کی نوکیں اندر کر چکے تھے۔ ڈنڈا ہم نے اپنے ایک مربان کے پاس پہنچایا۔ وہ نشانات اٹھانے کا بہت ماہر تھا اور اب آجان کا دوست بھی۔ اسے بدلیات دے کر جب ہم واپس دفتر پہنچے تو فون کی گھنٹی بج رہی تھی اور ارشد کمرے میں موجود نہیں تھا۔ میں نے پک کر رشیدہ اٹھایا۔ دوسرا طرف سے پروفسر جیلانی کی آواز کانوں سے ٹکرانی۔ وہ پرد جوش انداز میں کھڑا رہے تھے:

"ہیلو بھئی شوکی، آتی دیر سے رشیدور کیوں اٹھایا۔ میں تو تمہیں یہ خاص خبر سنانا چاہتا تھا کہ مجھے یاد آ گیا ہے، میں نے راجح محل کہاں دیکھا تھا۔" اورہ، جلدی تباہیے۔ میں نے تقریباً چیخ کر کہا۔

"شم سے باہر جنوبی سڑک پر ایک عمارت ہے۔ میں کسی زمانے میں ادھر شکار کھیلنے جایا کرتا تھا۔ اس عمارت پر میری نظر لئی بار پڑی تھی، لیکن پھر جوانی گزر جانے کے بعد میں نے شکار کھیلنے بند کر دیا، لہذا راجح محل کا نام یادداشت کی پلیٹ پر بہت مدمم پڑ گیا۔ اب مسلسل کو شش کے بعد یاد کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ عمارت ہندوانہ طرز پر بنی ہوئی ہے۔ اس زمانے میں غیر آباد تھی۔ اب معلوم نہیں۔ غاباً پسند حصوں کھو میڑ کے آس پاس ہے۔"

"بہت بہت شکر یہ انکل۔ آپ نے ہماری مشکل حل کر دی۔" رشیدور رکھ کر میں ان کی طرف مڑا اور یہ خبر انہیں بھی سنائی۔ تینوں جوش میں پھر گئے۔

"پھر تو ہمیں اسی وقت چلنے چاہیے۔ آفتاب نے کما۔" "اں ٹھیک ہے، لیکن ارشد کہاں ہے؟" اشراق کی آواز نے ہمیں چونکا دیا۔ پروفیسر جیلانی کے فون نے ارشد کا خیال دل سے نکال دیا تھا، ہم فوراً اندر کی طرف پکے، لیکن ارشد کا کہیں پتا نہیں تھا۔ واپس دفتر میں داخل ہوئے تو فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں نے پک کر رشیدور اٹھایا۔ دوسرا طرف سے جگلو کی آواز کا نوں میں سیسہ اندھیتی محسوس ہوتی۔

"تمہارا ملازم اس وقت ایک ایسی بگہ قید ہے، جاں تم نہیں پہنچ سکتے۔ پہلے اسے تلاش کرو۔ پھر سیٹھ ناشم کے کام آنے کی کوشش کرنا۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی دیسپور رکھ دیا گی۔"

ہدست گاہ

ہم سکتے ہیں آگئے۔ اوپر کے سانس اوپر اور ینچے کے ینچے رہ گئے۔ بہت کوشش کے بعد کہیں جا کر سانس معمول پر آئے۔ میں نے نوراً فون کار دیسپور اٹھایا اور اپنکے جلالی نور کے بہنڑا کل کرنے لگا۔ فوراً ہی اس کی کرخت آواز میرے کالوں میں گو جو گی۔

"جلالی نور بول رہا ہوں۔"

"شکریہ اُنکل۔"

"کس بات کا شکریہ ادا کر رہے ہو اور ہو کون، میرا تو کوئی بھیجا نہیں ہے۔ ہو بھی کیسے سکتا ہے، جب کہ میرا کوئی چھائی بھی نہیں ہے۔" جلالی نور نے جلال میں آتے ہوئے کہا۔

"بات دراصل یہ ہے اُنکل کے شکریہ ادا کرنے کے لیے کسی خاص وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اعلاء غرض ہے کہ ہمارے

چپر اسی یعنی ارشد بیگ کو اغوا کر دیا گیا ہے۔"

"کہیں تم شوکی تو نہیں۔" جلالی نور نے بھینا کر کہا۔

"کہیں نہیں، واقعی شوکی ہوں تھے میں نے مسکرا کر کہا۔
اور تم نے کیا بتایا، تمہارے پچھر اسی کو اغوا کر لیا گیا ہے
جلالی نور کے لمحے میں اس مرتبہ یہ رت شامل ہو گئی۔
بھی ہاں۔ اغوا کرنے والوں کا فون بھی ہمیں موصول ہو
چکا ہے۔ انہوں نے ہمیں دھمکی دی ہے، لہذا ہم آپ کو اطلاع دے
رہے ہیں۔ اگر چاہیں تو پولیس سٹیشن آکر رپورٹ بھی درج
کروادیں۔"

"اگر اغوا کی واردات ہوتی ہے تو رپورٹ بھی درج کرنا ہوگی۔
ٹھیک، تم میں آ جاؤ؟"

"ایک بار پھر شکریہ، یہ میں اس بار یہ نہ پوچھیے گا کہ کس
بات کا شکریہ ہے یہ کہتے ہوئے میں نے رسیور رکھ دیا۔
آؤ بھائی، پولیس سٹیشن چلیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ارشد کا خیال تو ہمیں رہ کر آہی رہتا تھا، زیادہ فکر
ارشد کی ماں کی سختی۔ ہم کسی طرح بھی اسے یہ خبر نہیں دُن سکتے
تھے کہ ہمارے فرزت سے اس کے بیٹے کو اغوا کر لیا گیا ہے۔

"آفتاب تم ایک لام کرو، ہم پولیس سٹیشن پہنچتے ہیں، تم
ارشد کے گھر ہو آؤ۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی فوری ضرورت
کے تحت اپنے گھر پلا گیا ہو اور جگنوئے مذاق کیا ہو۔"

"لیکن اس صورت میں وہ اتنی جان کو بتا کر جاتا ہے؟ آفتاب نے

اعتراض کیا۔

"ہم معلوم کیے بغیر رہ بھی تو نہیں سکتے۔ تم دروازے پر
دستک دینا، اگر ارشد دروازہ کھوئے تو بات ختم، ورنہ اس کی امی
سے کہ دینا کہ آج ارشد نہیں آ سکے گا۔ ہم سب مصروف ہیں۔ یہ
کہ کہ تم تھانے آ جانا۔"

"اپھی بات ہے، یہ میں بہت دنوں سے ایک بات کہنے کے
بارے میں سوچتا رہتا ہوں اور سوچ سوچ کر رہ جاتا ہوں۔" اس
نے اٹک آنک کر کہا۔

"بھروسی بات ہے آفتاب، بھی بھی بات کو سوچ سوچ کر نہیں
رہ جانا چاہیے، اس طرح تو آدمی بیمار ہو جاتا ہے، ہاں تو وہ کیا
بات ہے بھو تھم...." اشفاق نے بھی جلد درمیان میں چھوڑ دیا۔

"یہ کہ آخر آپ تینوں نے مجھے پچھر اسی کیوں سمجھ رکھا ہے۔
آفتاب یہ کرو، آفتاب وہ کرو۔" یہ اور وہ صرف آفتاب
کے لیے ہی کیوں مخصوص ہو کر رہ گئے ہیں؟

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں۔ اس وقت مسکرے، ارشد
کی تلاش کا۔ غالباً جگنو یہ چاہتا ہے کہ ہم ارشد کی تلاش میں
ابھج کر سیٹھ ہاشم کو بھول جائیں۔" میں نے بھٹاکر کہا۔

"خیر، اس بار تو میں چلا جاتا ہوں۔ آئندہ کے لیے پوری
طرح معاملات طے کیے جائیں گے، ورنہ میں، اس، ادارے سے علیحدگی

کا اعلان کر دوں گا۔ آفتاب نے بھی جھینڈائے ہوئے بجھے میں کہا۔
”اے اے اے“، یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ علیحدگی اور ہم سے
شوک ایزٹ کو سے۔ اخلاق نے بوکھلا کر کہا۔
”ہاں“، میں اپنا ایک انگ ادارہ قائم کروں گا، جا سوی کا
ادارہ، کیونکہ یہاں بھی سارے کام تو میں ہی کرتا ہوں، آپ تینوں
تو بس دفتر میں بیٹھے باتیں گھارتے رہتے ہیں۔ اس نے جدے بھنے
بجھے میں کہا۔

”اچھا، اب تم جاتے ہو یا میں تمیں پسے علیحدہ کروں“، میں
پیچھے پڑا اور وہ یہ کہتا ہوا چلا گیا:
”جارہ ہوں، لیکن اس معاملے پر سنجیدگی سے عذر کرنے کے
لیے تیار ہو جائیں۔“
”ہم پولیس سٹیشن پہنچے۔ جلالی نور اس وقت بالسلک فارغ
تھا اور شاید ہمارا ہی انتظار کر رہا تھا۔“

”تو تمہارے چپر اسی کواغوا کر لیا گیا ہے۔ اب تم نے ایک
عدد چپر اسی بھی رکھ لیا ہے۔ وہ تو جیسے بھرا بلیٹھا تھا۔
اور یہ اچھا ہی ہوا کہ ہم نے چپر اسی رکھ لیا۔“ اشفاق نے
کھوئے کھوئے بجھے میں کہا۔

”کیا مطلب، اچھا کیسے ہوا؟“
”ورنة اغوا کرنے والا ہم میں سے کسی ایک کواغوا کرتا۔“

”تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے شاید۔ نیز، پسے روپورٹ
لکھواز، پھر بات کرتا ہوں تم سے“ یہ کہہ کر اس نے حمر کوششا را
کیا اور میں اسے روپورٹ لکھوانے لگا، پھر روپورٹ پر ہماقے دستخط
بھی یہے گئے۔ اس کے بعد جلالی نور ہماری طرف ٹرا۔

”تمیں کس پر شک ہے۔“
”جنگلو پر۔ یہ شخص اس وقت بھی سیٹھ ناشرم کے گھر میں
موہجود ہو گا۔“

”کیا کہا، کس کے گھر میں ہے“ جلالی نور زور سے چونکا۔
”اوہ، کیا آپ اوپنچا سننے لگے ہیں۔“ اخلاق کے منہ سے
نکل گیا۔

”بد تیریز، میں تمہاری زبان کیھنچ بون گا گدی سے۔“ جلالی نور
غزا۔

”مر گیا، معافی چاہتا ہوں۔“
”میں نے یہی کہا ہے جناب، کہ ہمیں شک ہے، جنگلو نے ہی
ارشد کو اعزا کیا ہے، کیونکہ نون پر میں نے اس کی آواز بالکل
صاف پہچانی تھی۔“

”پوری بات بتاؤ، یہ جنگلو کون ہے۔ سیٹھ ناشرم کے گھر
میں کی کر رہا ہے۔ شاید تم نہیں جانتے، سیٹھ ناشرم کون ہیں؟“
”جلنتے ہیں جناب، جانتے کیوں نہیں۔ سیٹھ ناشرم اس شہر

کے سب سے بڑے دولت مذہبیں ۔

”اور کیا جانتے ہو، ان کے بارے میں ہے؟“

”یہ کہ آج کل ان کا داعی تو اذن بگڑ گیا ہے۔“ میں بولا۔

”کیا بچتے ہو، ایسی کوئی خبر سننے میں نہیں آتی۔“ کسی اخبار

میں شائع نہیں ہوئی۔ آئندہ چند ماہ بعد ہونے والے انتخابات

میں سیٹھ نامہ بھی حصے رہے ہیں اور ان کی کامیابی کے امکانات

سو فی صد ہیں، لہذا سیٹھ نامہ ملک کی ایک اہم سیاستی بنیادیں ہیں۔“

”اوہ؟ ہم دھک سے رہ گئے، کیونکہ یہ بات واقعی ہمیں معلوم نہیں تھی۔“

”کیا آپ انہی سیٹھ نامہ کی بات کر رہے ہیں جو واحد کالونی کی کوئی نہر تین سو تیرہ میں رہتے ہیں؟“

”ہاں، ان کی کوئی نہر یا سیل بھی نہ ہے۔“ جلالی نور نے بے چین ہو کر کہا۔

”تب پھر آپ پہلے پوری بات سُنیں۔ اس کے بعد آپ ہمارے ساتھ واہاں چلیے گا۔ آپ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں گے۔“

”ہجدی بتاؤ، بات کیا ہے؟“ جلالی نور کی بے تابی کا عالم بچب تھا۔

”میں نے سیٹھ نامہ کے اپنے دفتر میں آئے سے لے کر اب تک کے واقعات تعقیل سے بتا دیے۔ میرے خاموش ہونے پر بھی جلالی نور کافی دیر تک بت بنا بیٹھا رہا۔ آخر اس کے ہونٹ پر ہے：“

”یہ ایک یحہت انگریز ترین بات ہے۔ اتنی بڑی خبر کو چھپایا کس طرح جاسکتا ہے۔ سیٹھ نامہ سے تو روزانہ نہ جانے کتنے آدمی ملا قاتیں کرتے ہیں۔ اگر وہ ذہنی توازن کھو بیٹھتے تو اب تک یہ بات ہمارے شر کو معلوم ہو چکی ہوتی۔“

”ہو سکتا ہے، ان کے بیٹھے آذر جمال نے معاشرے کو پوشیدہ رکھا ہو، تاکہ ان کے سیاسی مخالفوں کو خبریں اڑانے کا موقع نہ ملے۔ سیاسی جلسے جلوسوں پر دیسے ہی پابندی ہے۔ ان حالات میں یہ خبر چھپی رہ سکتی ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”بہت مشکل ہے، خیر میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔“ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ہم بہت خوش ہوتے۔ جلالی نور آج ہم سے تعاون کرنے پر آمادہ نظر آ رہا تھا۔ نکلے ہی سمجھ کہ آفتاب آ گیا۔ پوسیں جیپ میں ہم سیٹھ نامہ کی کوئی سانس پہنچنے۔ گھنٹی کے جواب میں روٹ نے دروازہ ٹکوٹا۔ جلالی نور کو دیکھ کر اس نے استقبالی انداز میں کہا۔“

ہواب بھی تقریباً دہی ملے۔ آذ جمال کی زبانی سیطھ نا شم کی حالت
سُن کر جلالی نور دھک سے رہ گیا۔ پھر بولا۔
”میں انہیں دیکھتا چاہتا ہوں اور جنگلو سے بھی ملنا چاہتا
ہوں۔“

”آئیے۔ آذ نے کہا اور ہمیں لے کر سیطھ نا شم کے کمرے میں
داخل ہوا۔

سیطھ نا شم اس وقت سورہتے تھے۔ جنگلو ان کے بڑے
قریب ایک کرسی میں دھننا ہوا تھا۔ ہمیں دیکھ کر ایک دم کھڑا
ہو گیا۔

”یہی ہے جنگلو۔“ میرے منزہ سے نکلا۔

”کی مطلب؟“ جنگلو کے بجائے آذ جمال نے چونک کر کہا۔

”جی پتا نہیں۔“ جنگلو معصومانہ لمحے میں بولا۔
جلالی نور نے ساری بات تباہی۔ جنگلو اس کے خاموش
ہوتے ہی چیخ پڑا۔

”یہ بھوٹ ہے۔ غلط ہے۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں
کہ فون میں نے ہی کیا تھا۔“
”میں نے آپ کی آواز بالکل صاف پہچانی تھی۔“ میں نے
منہ بنایا۔

”کوئی بھی میری آواز کی نقل اتار سکتا تھا۔“ اس نے اکڑا

”شریعت لائے انپاڑ صاحب۔ بہت دنوں بعد چکر لگایا۔
”ہاں بھتی روٹ۔ سینہ صاحب نے یاد ہی نہیں فرمایا، جبکہ
کس طرح لگاتا۔ سینہ صاحب ہیں۔“
”جی، جی ہاں، ہیں۔ ان لوگوں نے آپ کو سب پکھتا
ہی دیا ہو گا۔“

”کیا بتا دیا ہو گا۔“ اس نے چونک کر کہا۔

”یہی کہ سینہ صاحب ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔“

”یکن یہ خبر اب تک چھپی ہوئی کس طرح ہے؟“ جلالی نور
نے چرت بھری آواز میں کہا۔

”اس خبر کو سب سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔“ ملنے جلنے
کے لیے آنے والوں کو یہی بتایا جاتا ہے کہ سینہ صاحب کچھ بیمار
ہیں، ابھی کسی سے نیس مل سکتے۔ آذ صاحب کا کہنا ہے کہ اگر
یہ خبر شریں پھیل گئی تو مخالفت جماعت کو سراحتانے کا موقع
مل جائے گا اور ان کا لیڈر کامیاب ہو جائے گا۔“

وہ ڈرامنگ روم میں آگئے پھر روٹ چلا گیا اور آذ جمال
اندر داخل ہوا۔ وہ بھی پر جوش انداز میں جلالی نور سے ملا۔ شاید
اس کا اس گھر میں لائفی آنا جانا تھا۔ ہو سکتا ہے۔ جلالی نور اپنا
کوئی مطلب نہ کوئی نہ کے لیے آتا رہا ہو۔ آذ جمال سے بھی اس
نے اسی قسم کی باقیں کیں جس قسم کی ملازم روٹ سے اور اسے

کر کما۔

خدمات اور ڈاکٹر طوسی بہادر کے علاج سے بہت سکون اور آلام

بھروس کرتے ہیں۔ اس نے جواب دیکھا، وہ بھرپور انداز میں مسکرا دیا، جیسے کہ رہا ہو:

اور ہم چیخ و تاب کھا کر رہ گئے۔ یہ عجیب مجرم تھا۔

"ابھی پچھے ہو۔ تو تم نے ارشد کو اغنا نہیں کیا اور تم نے ان کے چلا رہے ہے، لیکن اس کے باوجود جیسے ہم اس کے خلاف پکڑ دفتر میں داخل ہو کر اس نہیں کوئی دھمکی دی۔" جلالی نور نے نہیں کر پا رہے تھے۔

اس کی طرف باغرد دیکھا۔

"جی نہیں، باسلک نہیں۔ اس سے پہلے بھی یہ لوگ چاہتا ہوں، تم کوئی پڑانے اور عادی مجرم تو نہیں ہو۔" پروفسر جیلالی کے ذریعے مجھ پر الزام عاید کر چکے ہیں۔ یہاں صاحب کی حالت خراب ہو گئی تو نتیجے کے ذمے دار آپ ہوں گے۔ اس واقعے کی تفصیل سنادی۔

"تو پھر چلو۔ آذ صاحب، آپ یہیں موجود رہیں، تاکہ

آذ صاحب نے دی بھتی۔" جلالی نور نے فکر مند ہو کر کما۔

"جی، وہ اس لیے کہ میں یہاں سے گیا ہی نہیں تھا۔"

"جی پہت بہتر ت اس نے کما۔"

جلالی نور ہیں اور جنگو کو ساختے ہے کہ باہر نکلا اور بھر

"یہ کیا بات ہے کہ جب آپ یہاں سے چلے جاتے ہیں جیپ روائے ہو گئی۔" اس نے ہیں دفتر کے سامنے اترتے ہوئے تو سیطھ صاحب کی حالت بگڑ جاتی ہے۔

"تم لوگ فکر نہ کر دے، اگر جنگو کوئی چکر چلا رہا ہے تو میں ہو کر کما۔"

"اس کا مطلب اس کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے کہ وہ میرزا

ہو رہا تھا۔ ہم ایک ایک سمارت دیکھتے آگے بڑھنے لگے۔ ایک سمارت کی پیشانی پر ایک بڑا سامان الفاظ والہ بورڈ لکھا نظر آیا۔ الفاظ یہ سمجھتے ہیں : « سیاں دماغ درست کیے جاتے ہیں ۔

اسے دیکھ لول گا ۔ ” انہل ذرا بغدر دیکھیے گا ۔ ” آفتاب نے جلدی سے کہا اور جلالی نور نے اسے گھوڑتے ہوئے جیپ آگے بڑھا دی۔ ” میرا ایک مشورہ ہے اور وہ یہ کہ ہم وقت، صدائے کیے بغیر راج محل کی طرف روانہ ہو جائیں۔ فی الحال تو ہمیں ارشد ملت نظر نہیں آتا ۔ ” اشفعق نے کہا۔

” شیک ہے، راج محل تو ہمیں جانا ہی ہو گا ۔ ” ہو سکتا ہے، ارشد بھی ہمیں وہیں مل جائے ۔ ” اخلاق نے کہا۔ اس خیال نے ہمیں بے چین کر دیا۔ کسی کو کچھ بتائے بغیر سڑک کے کنارے ہی میکسی روکی اور اس میں سوار ہو گئے۔ ” جنوبی سڑک پر چلیں — پندرھویں کو میرٹر تک جانا ہے ۔ ” میں نے ڈرامیور سے کہا۔

” اوکے ۔ ” ڈرامیور نے کہا اور میکسی رفتار پکڑنے لگی۔ ہم خاموش ہی رہے، معاملہ حد درجے نازک تھا۔ آخر ڈرامیور پندرھویں کو میرٹر پر رک گیا۔ ہم نیچے اترے اور جب ڈرامیور بیل لے کر واپس مڑ گی تو ہم نے راج محل کی تلاش میں نظریں دوڑا شروع کیں، لیکن دور دوڑتک کسی راج محل کا نام و نشان تک نظر نہ آیا۔ یہ علاقت غیر آباد نہیں تھا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کوئی صفائح اور صنعتی عمارتیں موجود تھیں۔ ان عمارتوں میں زور شور سے کام

دیکھے ڈالی۔ یہیں کسی عمارت پر بھی راج محل لکھا نظر نہ آیا۔ آخر ہم نے آنے جانے والوں سے راج محل کے بارے میں پوچھنا شروع کیا کئی نوجوانوں نے راج محل کا نام سن کر ہمیں لگور گھور کر دیکھا جیسے ہم ان سے راج محل کا نہیں، کوہ قافت کا پتا معلوم کر رہے ہوں اور آخر ایک بوڑھے نے کہا :

”عجیب الحق ہوتم چاروں—“

”اس خطاب سے فوائد کے لیے ہم آپ کے شکر گزاریں: اشفاق نے مسمی صورت پنا کر کہا۔“

”بہرا نہ مانو برخوردار، میں تمیں الحق نہ کہوں تو کیا کہوں۔ راج محل کے سامنے کھڑے ہو اور اس کا پتا پوچھ رہے ہو۔“
”بھی، آپ کا مطلب ہے، یہ عمارت راج محل ہے:“ میں بھوچکا رہ گیا، کیونکہ اس وقت ہم گھوم پھر کر پھر اسی عمارت تک پہنچ گئے تھے، جس کی پیشانی پر لکھا تھا: ”یہاں دماغ درست یکے جاتے ہیں۔“

”بالکل یہی راج محل ہے۔ میری تو یہاں عمر گز رکھی ہے۔“

”لیکن اس پر راج محل تو کہیں بھی نہیں لکھا۔“
”لکھا کیوں نہیں۔ پچھے ہٹ کر اس کے بالکل اوپر دالے حصے کی طرف دیکھو۔“
”ہم اس قدر افراتیزی کے عالم میں پیچھے ہٹے کہ آپس میں

شاہی لکھن

”یہاں دماغ درست یکے جاتے ہیں۔“ آفتاب پر پڑا۔
”یہ کیسا بورڈ ہوا؟“ اشفاق نے کہا۔

”لیکن اس عمارت پر راج محل لکھا ہوا نہیں ہے: جب کہ ہم ایک ایسی عمارت کی تلاش میں ہیں، جس پر راج محل لکھا ہوا ہو۔“ اخلاق نے کہا۔

”کیا خبر، اب راج محل کے الفاظ مٹا دیے گئے ہوں؟“ میں نے سوچ میں گم ہوتے ہوئے کہا۔
”تب پھر سینٹھ ہاشم کو یہ الفاظ کیسے معلوم ہو گئے؟“ آفتاب نے اعتمان کیا۔

”اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں جس عمارت کی ضرورت ہے، یہ وہ نہیں۔ اشفاق نے نتیجہ نکالا۔“

”ہاں آؤ آگے چلیں۔“
”ہم نے آس پاس تو کیا، دور دراز تک کی ایک ایک عمارت

بھٹکنے۔ پاؤں اپنے گئے اور اس بڑی مارج روٹھر میئے کہ کرتے گرتے
پچھے۔

"یہ تم لوگ پیچھے ہٹ رہے ہو یا گرد پڑ رہے ہو؟" بزرگ
نے کہا۔

"ہمیں افسوس ہے جناب۔" یہرے منز سے نکلا۔
پیچھے ہٹ کر ہم تے دیکھا۔ عمارت کی چھت کے قریب ایک
بہت بڑی جالی لگی ہوئی تھی۔ یہ جالی سینٹ کے حروف سے
تیار کئی گئی تھی اور جب ہم نے ان حروف کو پڑھا تو راج محل
صاف لکھا نظر آیا۔ ہم نے اپنے سر پیٹ لیے اور اشفاق نے
جلدی سے کہا۔

"بزرگوارم، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم بالکل احقیق میں۔
ہم یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔" بزرگ نے مسلکا کر کما اور آگے بڑھ گئے۔
لو بھی، ہم راج محل تک پہنچ گئے، میکن بیان تو دماغ درست
کیے جاتے ہیں۔" اخلاق نے کھراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تو کیا ہوا، اس بدلنے ہم بھی اپنے دماغ درست کرا
یں گے۔ جب سے پیدا ہوئے ہیں، شاید داعون کی اور بانگ
نہیں کرانی۔" آفتاب نے جلدی سے کما اور میں نے آگے بڑھ
کر گیٹ پر لٹا گھنٹی کا بٹن دبایا۔ ایک منٹ بعد دریازہ کھلا اور

ہسپتال کی وردی پہنچے ایک شخص کی صورت دکھائی دی۔

"کیا بات ہے؟ اس کے بیچے میں سختی تھی۔

"ہم، ہم۔ جی وہ یعنی کہ ہم۔" آفتاب بڑی مارج مہکانے
کا۔

"میں سمجھ گیا۔ تم لوگوں کی یادداشت کر رہے، تیز کرنے
آئے ہو، کیوں یہی بات ہے نا؟"

"نج، جی ہاں۔" میں ہٹکایا۔

"فیض احمد کو سکو گے۔

"کیوں نہیں، ہم کوئی غریب آدمی نہیں ہیں۔"

"اچھے بھلے امیر آدمی بھی بیان کی فیض میں کو گھبرا جاتے
ہیں۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"ہم دعده کرتے ہیں، نہیں کھرائیں گے۔" آفتاب نے گویا

پچھے دل سے کہا، ملازم اسے لکھوڑ کر رہ گیا، پھر بولا:

"جزر، میں تم لوگوں کو ڈالکر ملک پہنچائے دیتا ہوں۔ باقی

بات وہی کھرس گے۔ آؤ یہرے ساتھ۔"

اور ہم دھک دھک کرتے دلوں کے ساتھ اس کے پیچے

اندر داخل ہوتے۔ اندر واقعی کسی ہسپتال کا ماحول نظر آیا۔ دواؤں

کی بو پورے ہسپتال میں رچی بسی تھی۔ نر سیں ادھر ادھر آجا رہی

تھیں۔ مرد ملازم بھی تیزی سے آ جا رہے تھے۔ تاہم ان کے

آنے جانے سے ذرا بھی شور نہیں ہو رہا تھا۔ عمد پوری طرح
تر بیت یافتہ تھا۔

کسی برآمدے طے کرنے کے بعد آخر کار ہم ایک کمرے کے
 دروازے پر پہنچے۔ اس دروازے پر ڈاکٹر صاحب کے نام کی تختی
 لگی بھی تھی۔ میں نے لکھا ہوا نام پڑھا:
 ”ڈاکٹر طوسی بسادر“



ڈاکٹر طوسی بسادر کا نام پڑھ کر ہمارے کافیوں میں خطرے کی
بے شمار گفتگیاں بیج اٹھیں۔ ہم نے چاہا، دہل سے بھاگ کھڑے
ہوں۔ ابھی میں نے ان تینوں کو بھاگ نکلنے کا اشارہ بھی نہیں
دیا تھا کہ دروازہ کھل گیا اور ملازم نے کہا:

”چلیے اندر۔“ اس کی نظریں ہم پر جم گئیں۔ اب بھاگ
آسان نہیں رہا تھا۔ ہم ہسپتال کے راستوں نما واقع تھے، مذا
چاروں ناچار اندر داخل ہو گئے۔ اندر ایک بہت بڑی اور بہت
بخاری بیز کے دوسری طرف ایک بھادی بھر کم شخص بیٹھا تھا۔ اس
کا زنگ بالکل سیاہ تھا۔ چھرہ بہت بھادی بھر کم اور خوف ناک تھا
اسے دیکھ کر ایک بار بھر ہمارے کافیوں میں سینکھ ماشم کے انفاذ گو بنی گئے۔

”اے، کیسی تم وہی تو نہیں ہو۔ ہم پر نظر پڑتے ہی اس
کے منز سے نکلا۔

”بھی نہ،“ ہم بالکل وہی ہیں۔ آفتاب نے سوچ کیجھے
 بغیر کہا۔

”کون وہی؟“ ڈاکٹر نے اس کی طرف گھوڑ کر دیکھا۔
”جو آپ کیجھے ہیں۔“

”خُبڑو،“ میں تصدیق کر لوں۔ پھر تم سے بات کرتا ہوں۔“ یہ
کہہ کر اس نے میز پر رکے فون کار سیلو اٹھایا اور کسی کے
بنر ڈائل کیے۔ سلسہ فوراً ہی مل گیا اور اس نے کہا:

ہسپتال ڈاکٹر طوسی بول رہا ہوں راج محل سے۔ ان چاروں
کا علیہ کیا ہے؟ یہ کہہ کر وہ دوسری طرف کی باتیں سننا رہا۔
پھر ریسیور رکھتے ہوئے بولا:

”بہت خوب، تم تو واقعی وہی ہو، میں سوچ بھی نہیں سکتا
تھا۔ تم ہماری کوشش کے بغیر ہی یہاں پہنچ جاؤ گے۔“

”پھر تو آپ کو ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔“ آفتاب خوش
ہو کر بولا۔

”ہاں، وہ تو میں ضرور کروں گا، یہاں مشکل یہ ہے کہ جنگوں کی
رپورٹ کے مطابق تم لوگ ہمارے کاموں میں رکاوٹ ڈال رہے
ہو اور یہ کچھ ایسی بات نہیں۔“ اس نے نرم آواز میں کہا۔

"بہت اچھا۔ آپنے ایسا نہیں کریں گے۔ اب آپ جلدی سے ہمارا شکریہ ادا کریں تاکہ ہم یہاں سے چلتے پھرتے نظر آئیں۔ آپ کا وقت بہت قیمتی ہے۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔ ہم ایک انجانہ ساختمان محسوس کر رہے تھے۔

"ہاں میرا وقت واقعی بہت قیمتی ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میں تم لوگوں کے لیے چند منٹ نکال سکتا ہوں۔ ہاں تو اب تک تم اس معاملے میں کیا کچھ معلوم کر چکے ہو؟"

"جب، کس معاملے میں، یہ بھی تو بتائیے۔ میں نے پریشان ہو کر کہا۔

"بھائی بھی، سیٹھ ناشم کے بارے میں، اور کیا۔" "افسوس، ہم کچھ بھی معلوم نہیں کو سکے۔" اخلاق نے سرداہ بھری۔

"تب پھر، تم یہاں تک لے کر پہنچ گئے؟" "اسے آپ ایک سریع اتفاق کہ سکتے ہیں۔ اس قسم کے اتفاقات آج کل کے نادولی میں اور نلمونی میں عام ہلتے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟" آفتاب نے فوراً کہا۔

"میرا خیال۔ ہاں ٹھیک تو ہے۔ خیز، تم چلتے جانا۔ ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ پسے ذرا میرا ہسپتال تو ایک نظر دیکھ لو۔ دیکھو تو میں یہاں کیسے رہیں آتے ہیں۔" ان اغافل کے ساتھ ہی

اس نے میز کے پانے میں لگا ایک بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کی گھنٹی کی آواز سنائی تھی دی۔ نہ بھانے وہ کتنی دور بیکھی ہو گی؟ تاہم خطرے کی گھنٹیاں ضرور ہمارے کانوں میں رس گھونٹنے لگیں۔ ہم نے بھاگ نکلنے کے لیے ادھر ادھر دیکھا، لیکن وہ دروازہ بند نظر آیا، جس کے ذریعے ہم کمرے میں داخل ہوئے تھے ہسپتال کا ملازم ہمارے ساتھ اندر داخل نہیں ہوا تھا، یا ہوا تھا تو ہمیں اندر پہنچنے کے بعد فوراً باہر نکل گیا تھا اور اس نے دروازہ بند کر دیا تھا۔

"بھائی، یہ ادھر ادھر لیا دیکھ رہے ہو۔ ابھی پورے ہسپتال کی سیر کر دیں گے تم لوگوں کو۔"

اس کی آواز کانوں میں چھپتی معلوم ہوئی۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور ہسپتال کی وردی میں دو ملازم اندر داخل ہوئے۔

"یہ چاروں ہمارے حمایان ہیں۔ پسے تو ان کو ہسپتال کی سیر کراؤ اور اس کے بعد وارڈ بہر سولہ میں نہیں داخل کرو۔

اب ہمیں ان کے دامغوں کو بھی درست کرتا ہو گا۔" اب کے ڈاکٹر انہوں نے ایک ساتھ کہا۔ پھر وہ ہماری طرف طرے۔

"چیزیں جناب، آپ کو سیر کر دیں۔ ہم ان کے آگے ہم نکلے میں پہنچ اٹھا۔"

"بھاگو، پیچھے ٹرکر بھی نہ دیکھنا۔" میرے ان افاظ کے ساتھ ہی ہم چاروں بھاگ کھڑے ہوئے، یہنکن پھر ہماری حیرت خوف اور مایوسی کی آنہتا نہ رہی۔ جب ان میں سے ایک نے بھی ہمارے پیچھے بھاگنے کی کوشش نہیں کی، وہ کمرے کے دروازے پر ہی کھڑے رہ گئے۔ اب اس کا مطلب یہ بھی نہیں تھا کہ ہم بھاگنا بند کر دیتے۔ بے تحاشا بھاگنے پڑے گئے۔ راستوں کا پتا نہیں تھا، لیس جو برآمدہ سامنے آیا اسے عبور کر گئے، جو موڑ آیا، ٹرکر گئے۔ کسی نے بھی ہمارے پیچھے بھاگنے کی کوشش نہیں کی، نہ ہماری دوڑ پر حیرت کا انہمار کیا۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں روزانہ لوگ اسی طرح دوڑ کر اپنا شوق پورا کرتے رہتے ہوں۔ ہم بھاگنے بھاگنے تھک گئے، یہنکن باہر نکلنے کا دروازہ ہمارے سامنے نہ آیا۔ یہاں تک کہ ہم تھک کر پھر ہو گئے اور ایک برآمدے میں بیٹھ کر راپنٹے گے۔ جلد ہی ہمارے کافوں سے دنی ملازمین کی آواز ٹکرانی ہے:

"بھاگنے کا شوق پورا کر چکے ہو تو آؤ، اب ہسپتال کی سیر کروں۔"

"ہم نے بے چارگی کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور پھر ان کے پیچھے پل پڑے۔ ہم جان پکے تھے۔ سرپے سمجھے بغیر یہاں سے فرار بہت مشکل ہے اور ابھی تو ہمیں کچھ بھی معلوم

نہیں تھا۔ کیا جب سوچ سمجھ کر کی گئی فرار کی کوشش بھی ناکام و جاتی۔ سیر شروع ہوتی اور ہم نے فوراً ہی محسوس کر دیا کہ باب صرف پاگل لوگ داخل کیے جاتے ہیں؛ گویا یہ ایک رائجیوٹ پاگل خانہ تھا اور اس کا انتظام ڈاکٹر طوسی بساور کے قہ میں تھا اور یہی ڈاکٹر طوسی سینہ ماشم کا علاج کر رہا تھا۔ ساید اس کے اس ہسپتال میں صرف دولت مند پاگل داخل کیے جاتے تھے۔ مختلف پاگلوں کو دیکھتے ہوئے ہم ہیک سلاخوں اسے روشنے پر پہنچے، یہاں اکثر دارڈوں کے دروازے سلاخ دار نہیں تھے۔ سلاخوں کے پیچے ہیں ایک بہت ہی معصوم سے آدمی کا چہرہ نظر آیا۔ وہ کسی طرح بھی پاگل نظر نہیں آ رہا تھا۔ "کیا یہ بھی پاگل ہے؟" میں نے یہاں ہو کر پوچھا۔ "اگر پاگل نہ ہوتا تو یہاں کیوں آتا۔" "یہاں تو ہم بھی آگئے ہیں۔ تو پھر، کیا ہم بھی پاگل ہیں۔" اغلق نے منہ بنایا۔ "باپکل، ہم تمہارا علاج بھی کریں گے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"یہنکن یہ شخص تو باپکل معصوم نظر آ رہا ہے۔ پھر اسے سلاخوں کے پیچے کیوں رکھا ہوا ہے۔" "بعض اوقات یہ بہت خطرناک بھی ہو جاتا ہے۔ نرم جو

پر جھپٹ پڑتا ہے ایک نے بتایا۔

"یکوں جتاب، کیا آپ پاگل ہیں؟" آفتاب سے رہنے لگا۔
سوال پوچھ بیٹھا۔ اس کا سوال سن کر ہم بے ساختہ مکارا دیے پاگل
بھی مکارا نہ لگا۔ پھر اس نے غلیجن آواز میں کہا:

"اہ، ہم پاگل ہیں۔ ہم سے ٹما پاگل تو اس پوری دنیا
میں نہیں ہو گا۔" اس نے پڑی یقین انداز میں کہا۔

"وہ کیسے؟"

"جو آدمی خود کو سب سے زیادہ عقل مند خیال کرتا رہا ہو۔
اس کے پاگل پن میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔" اس نے کہا۔
اس کے الفاظ باملک ہوش مندوں بھیتے تھے۔ ہمیں اس میں
پاگل پن کے آثار قطعاً نظر نہیں آئے۔

"آپ کا نام کیا ہے جناب؟"

"پتا نہیں، میں بھول گیا ہوں، کون ہوں، کیا ہوں۔ بس
اب تو یہ پاگل خانہ ہی یہرے لیے سب کچھ ہے۔ اگر کہبی ان
لوگوں نے بھے باہر نکالتے کی کوشش کی تو شاید میں سچ مجھ پاگل
ہو جاؤں گا۔" اس نے عجیب بات کی۔

"بھی کیا مطلب۔ سچ مجھ پاگل ہو جائیں گے تو کیا اس
وقت آپ جھوٹ موت کے پاگل ہیں، یا بننے ہوئے ہیں؟" میں نے
حدہ بے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں، ہاںکل جھوٹ موت کا پاگل، یہکن خود نہیں نیا۔ بنا دیا
کیا ہوں۔ مگر میری باتوں پر کون یقین کرے گا اور پھر میں کسی کو
پکھ بناتا بھی نہیں چاہتا، کیونکہ یہاں بہت خوش ہوں۔ یہاں آگر انہا
سکون، اطمینان اور بے فکری میں ہے کہ بیان نہیں کر سکتے۔ وقت پر
کھاتا مل جاتا ہے۔ جب جی چاہے سو جاؤ، جب جی چاہے الٰہ جاؤ۔
کوئی روک ٹوک نہیں، کوئی پوچھ تا پچھ نہیں۔ جب کہ اس مستپال
سے باہر کی دنیا بہت عجیب و غریب دنیا ہے۔ دنال کی تو ذمے
داریاں پوچھی کرتا آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے۔ وہ روانی کے عالم
میں کھتا پلا گیا۔ اور ہم صیرت سے انکھیں پھاڑتے اسے دیکھتے
رہے۔ آخرنگران ہمیں لے کر آگے بڑھے۔

"ارے ہم اس کا نام پوچھنا تو بھول ہی گئے۔"

"یہ فیاضن گوگی ہے۔ بے چارہ بہت اچھا کاروباری آدمی
تھا، یہکن اس کے دوستوں نے اسے دھوکا دیا۔ ہر چیز پر قابض
ہو گئے۔ سارے کاروبار کا انظام اپنے نام تھے میں سے لیا اور اسے
باکل بے کار کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کا داماغی توازن خراب ہو
گیا اور اس کے عزیز اسے یہاں داخل کر گئے تھے۔ وہ یہاں تک
بتا کر خاموش ہو گیا۔ اسی طرح ہم نے کوئی بھیس کے قریب پاگل
دیکھے۔ آخرنگران ہمیں یہے ایک کرے میں داخل ہوئے۔ یہ کمرہ بھی
سلاخن والا تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا:

"اب یہی تمہارا کمرہ ہے۔ فرادر کی کوشش کر کے تم دلکھ رہی چکے ہو۔"

"یکن جناب، ہمارا قصور کیا ہے۔ ہمیں یہاں کون داخل کرنا چاہتا ہے؟" میکنے نے گھبرا کر کہا۔

"ڈاکٹر صاحب ہی آپ لوگوں کو داخل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی اعزام ہو تو ہم ڈاکٹر صاحب کو بتا دیں گے، یہاں سے بخوبی کوئی صورت نہیں، جب تک کہ ڈاکٹر صاحب اجازت نہ دی۔"

یہ کہتے ہوئے انہیں نے ہمیں بالکل اسی طرح اندر دھکیل دیا جیسے مجرموں کو جیل کی گھریلوں میں دھکیل دیا جاتا ہے اور دروازے کو ایک بڑا ساتال لگا دیا۔ چھوٹا سا بھی رکا دیتے تو بھی ہم لیا کر لیتے۔ تالے توڑنے کا فن بھلا ہمیں کہاں آتا تھا۔ "تو پھر آپ ہمیں ڈاکٹر صاحب سے اجازت لینے کی اجازت تو دے دیں۔" میں نے ڈوبتے دل سے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب خود ہی جب چاہیں گے تم سے بات کر لیں گے۔ ایک نے کہا اور پھر وہ پڑھ لے گئے۔ کہتے ہی لمحے گزر لگے۔ ہم خاموش بیٹھے رہے۔ کسی کا بولنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ ہمارے بارے میں کسی کو بھی نہیں معلوم تھا کہ ہم کہاں ہیں۔ آتے ہوئے ہم نے کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا۔ پاگل غانے کی سیر کے درواز

ہمیں ارشد بھی کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ ہم اس کی وجہ سے اور بھی پریشان تھے۔ ہمیں اپنے دل بیٹھے محسوس ہو رہے تھے۔

"یوں کیسے کام چلے گا۔ آخر آفتاب کی آواز نے ہمیں سہما دیا۔"

"کیا کہتا چاہتے ہو؟"

"خاموش بیٹھ کر کیسے کام چلے گا۔" اس نے کہا۔

"باتیں کر کے بھی ہم یہ دروازہ نہیں توڑ سکیں گے اور اگر توڑنے میں کامیاب بھی ہو جائیں تو اس عمارت سے نکلتا بھی تو آسان نہیں ہو گا۔" میں نے بھی آوازانیں کہا۔

"تب بھی خاموش بیٹھ کر کیا فائدہ اٹھائیں گے۔" ہم ناچہ پر بھی ہلانے چاہیں ڈاشفاؤن نے بھی آفتاب کا ساتھ دیا۔

"میں نے ایک بات نوٹ کی ہے۔ اس پاگل غانے میں بتخی بھی لوگ پاگل ہیں۔ وہ سب کے سب ادھڑ عمر کے یا بوڑھے ہیں۔ نوجوان پاگل ایک بھی نہیں ہے۔" اخلاق نے کہا۔

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟" میں نے یہاں ہو کر کہا۔

"آخر اس پاگل غانے میں نوجوان پاگل کیوں داخل نہیں ہیں؟"

"ہمارے ملک میں نوجوانی میں لوگ پاگل ہوتے ہی نہیں ہوں گے۔" آفتاب بولا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" میرا خجال ہے، اس

انجیشن لگایا جاتا ہے۔

”یکن جناب ہمارے بارے میں تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہے، پھر کیا ہم آپ کے خیال میں پاگل ہیں؟“
”بو لوگ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ ڈالتے ہیں، وہ پاگل نہیں تو اور کیا ہوتے ہیں؟“ ڈاکٹر کہا۔
”کیا سیٹھ نامہ بھی یہاں داخل رہ پچھے ہیں؟“ میں نے جدی سے پوچھا۔

”سیٹھ نامہ، کچھ کہ نہیں سکتا۔ یہاں تو پاگل آتے ہی رہتے ہیں۔ ریکارڈ دیکھ کر کچھ بتایا جا سکتا ہے：“ اس نے کہتے اچکائے۔

استئنے میں اس کے ماتحتوں نے دروازہ کھول دیا اور ڈاکٹر ایک سرخ ماٹھیں یہے یہری طرف بڑھا۔

”کیا آپ والقی انجیشن لگائیں گے؟“

”ہاں بھی، اس کے بغیر تم تندست کس طرح ہو سکو گے：“
”ڈاکٹر صاحب، ہمیں جس بے جای میں رکھا جائیا ہے۔ باہر نکلتے ہی ہم آپ پر دعویٰ دائر کر دیں گے：“ اشراق نے تملکتے ہوئے کہا۔

”ضرور کر دینا۔ میرا یہ ہسپتال حکومت سے منظور شدہ ہے۔ میں کہ دوں لگا کہ دو آدمی تم چاروں کو ہسپتال میں داخل کرائے

ہیں بھی کوئی راز ہے۔“

”اور سیٹھ نامہ بھی ادھیر عمر کا ہی آدمی ہے۔“ اشراق بول پڑا۔

”یکن وہ تو یہاں داخل نہیں ہے۔“

”بلما آدمی ہے نا۔ اس کا بیٹا ڈاکٹر کے اخراجات ہر داشت کر سکتا ہے، لہذا وہ گھر میں ہی باپ کا علاج کرا رہا ہے۔“

عین اسی وقت قدموں کی آواز گونجی۔ نظر میں اٹھائیں تو ڈاکٹر طوسی بہادر ماتحتوں کے ساتھ آتا نظر آیا۔ وہ ایک ایک پاگل کے پاس رکتا، اسے دیکھتا، دوچار باقیں کرتا اور نشستے میں کوئی تبدیلی کرنے کے بعد آگے بڑھ جاتا۔ وہ سلانخوں سے چہرے جدے یہ منظر دیکھتے رہے۔ آفر ڈاکٹر ان کے پاس بھی ہنچ ہی گیا۔

”یہ لوگ تو آج ہی داخل ہوتے ہیں：“

”یہ ڈاکٹر۔“ ایک ماتحت نے کہا۔

”اور ہم پاگل بھی نہیں ہیں：“ میں نے بے تاب ہو کر کہا۔

”خاموش رہو، اپنے مریضوں کے بارے میں ڈاکٹر نیادہ بہتر جانتے ہیں۔ چلو بھی دروازہ کھولو، انہیں ایک ایک انجیشن دینا ہے،“ اس نے کہا۔

”ارے، ارے۔ یہ کیا، ہم پاگل نہیں ہیں۔“ آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔ انجیشن سے اس کی جان جاتی تھی۔

”ہر پاگل یہی کہتا ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب اسے

تھے۔ انہوں نے بتایا تھا کہ تم ان کے بھیجئے ہو اور تم چاروں پر و قفے و قفے سے پاگل پن کے دورے پڑتے ہیں، امذا میں نے تمہیں داخل کر دیا، اس میں بھلا میرا کیا قصور۔ ویسے تو تم یہاں سے محلِ رسیں سکو گے۔ ”اگر ہم نہ نکلے تو لوگ ہمیں تلاش کرتے ہوئے یہاں پہنچ جائیں گے؟“ اخلاق نے اسے بخدا رکیا۔

”دیکھا جائے گا：“

اچانک مجھے ڈاکٹر کے دو ملازموں نے چکڑ لیا۔ میرا بازو نگاہیں جانے لگا۔ ہمارے دل اب زور زور سے دھڑک رہتے تھے۔ بجا گئے لا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ان سب لوگوں سے ٹوپھر کرنے کے لئے بھی ملکن نہیں تھا۔ وہ سب کے سب قد آور اور طاقت درتھے۔ ظاہر ہے، ایک پاگل خانے میں کمزور ملازموں کا کیا کام۔ ڈاکٹر طوسی سرخ ہمچوں کے سامنے لے کے میری طرف بڑھا۔ میرا دل زور سے دھڑکا۔ اب میرا بازو ڈاکٹر کے ہاتھ میں تھا۔ سوئی یہ سے بازو کا رخ کر رہی تھی، میکن ابھی ایک انجوں دور تھی کہ ہسپتال میں خطے کا الارم نج اٹھا، پھر کسی نے اس دارڈ کے دروازے پر پہنچتے ہی پہنچ کر کہا:

”ڈاکٹر، وہ، وہ بھاگ مکلا ہے۔“

ان الفاظ میں نہ جانے لیا تھا۔ سرخ ڈاکٹر نے پہنیک دی۔

میرا بازو چھوڑ دیا اور دروازے کی طرف بھاگا۔ اس کے ما تحت دوڑ پڑتے۔ انہیں ہماری کوٹھری کا دروازہ بند کرنے اور تالا رکانے کا بھی خیال نہ آیا۔ اب بھلا ہم کیوں رکتے۔ ان کے یچھے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کئی برمادوں کے موڑ مڑنے کے بعد آخر ہم گھاس کے میدان تک پہنچ گئے۔ یہاں ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا۔ میدان کے ہمچوں یچ وہی معصوم پاگل کھڑا تھا، جس نے ہم سے بہت عقل مندی کی باقیں کی تھیں۔ میکن اب وہ معصوم نہیں، وحشی نظر آرنا تھا۔ اس کی باچھوں سے رال بہ رہی تھی۔ آنکھیں شعلے بر سارہی تھیں۔ اس کے ایک ہاتھ میں ڈبل روٹی کامنے والی لمبی چھری تھی اور وہ اسے تلوار کی طرح چلا رہا تھا۔ ہم سے چند سینکنڈ پہلے ڈاکٹر وہاں پہنچا تھا۔ جو سنی پاگل نے ڈاکٹر کو دیکھا، کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

پھر بلند آواز میں بولا:

”آؤ، آؤ ڈاکٹر۔ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔ تمہیں ذبح کر کے بہت مزا آئے گا۔ تم بھی تو ہر روز لوگوں کو ذبح کرتے ہو، آج خود ہو جاؤ گے تو کیا فرق پڑ جائے گا۔ چلو شاباش قریب آ جاؤ۔ ارسے، ڈر رہے ہو، بے فکر رہو، بہت احتیاط سے ذبح کروں گا۔ تمہارے پکڑے خراب نہیں ہوں گے۔“ وہ قہقہے رکانے لگا۔ یہی نظریں اس پر جمی تھیں اور پھر میری سیرت اچانک بہت پڑھ گئی۔ اس شخض کا حیہ بالکل اکرم جیسا تھا، وہی صلیب جو اس عورت نے

بن باب کے تو دنیا میں کوئی پیدا ہوتا نہیں۔ بن حضرت آدم اور اتاں حوا ضرور پیدا ہوئے تھے۔ با پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باب کے پیدا ہوئے تھے۔ اداے یہ میں لمحہ نکل گیا۔ آؤ ڈاکٹر، آج دو دو کام تھے ہو ہی جائیں۔ فیاض گوگی کہتا چلا گیا۔ انداز مذاق اڑانے والا تھا۔

اب پھری داہن تھا اور بھی تیزی سے چلتے رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوئی ماہر تھوار باذ ہو۔ ڈاکٹر اس سے کچھ فاسطہ پر رک گیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس کا ہاتھ باہر نکلا تو اس میں سیاہ رنگ کا ایک سانپ چلتا نظر آیا اور یہ سانپ یقیناً رہڑ کا تھا۔ اس نے جو سانپ کو ہوا رکھا، پاگل کے منہ سے پیغام نکل گئی۔ اس نے پھری پھیلک دی اور بھاگ کھڑا ہوا۔ پھری کا پھیلنک تھا کہ ہسپتال کے عینے نے اسے چاروں طرف سے گھیر دیا اور پھر بکڑا یا۔ ڈاکٹر سانپ کامنہ چلکی میں دبائے اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اب اس کی انکھوں میں خون اترنا ہوا تھا۔ پاگل کی نظر میں ڈاکٹر کے چہرے پر پڑیں تو کافی تھا۔

"نہیں تھیں، ڈاکٹر نہیں۔ خدا کے یہے تھیں۔ حم، میں آئندہ ایسی مرکت نہیں کروں گا۔"

یکن ڈاکٹر نے تو جیسے اس کے لفاظ سننے ہی نہیں، پرستور اس کی طرف قدم اٹھاتا رہا۔ ادھر ہم سیراں تھے کہ پاگل اس

اپنے گم شدہ شوہر کا بتایا تھا۔

"یہ پھری اس کے ماہنگ مارچ مگ لگتی۔" ڈاکٹر طوسی غزا۔

"اس نے پانی نہ لگا تھا۔ صراحی میں پانی ختم ہو گیا تھا۔ اس وقت یہ بالکل معصوم نظر آ رہا تھا۔ میں نے صراحی نکالنے کے لیے دروازہ کھول دیا۔ میں پھر کیا تھا۔ اس نے مجھے زور سے دھکا دیا اور باہر نکل کر باور پی خانے کی طرف دوڑا۔ دوں سے اس نے یہ پھری اٹھا لی اور بھاگ کھڑا ہوا۔ ایک نرس نے بتایا۔

"ہوں، خیر کوئی بات نہیں۔ آئندہ اس کا دروازہ اس وقت تک نہ کھولا جائے، جب تک کہ چار محفوظ اس کے آس پاس موجود نہ ہوں۔ چلو یہ گرد اسے، یہ کچھ نہیں کہے گا۔" ڈاکٹرنے ہسپتال کے عینے سے کہا، میکن کسی میں بھی اس کے تزوییک جانتے کی ہمت نہیں ہوئی۔

"ٹھہر، میں خود ہی دیکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"واقعی ڈاکٹر، تم صرف نام کے بنا پر نہیں ہو۔ تمہارا نام کسی نے ٹھیک ہی رکھا تھا، بہادر۔ نہیں طوسو بہادر۔ طوسو بھی نہیں، نیر جو بھی پہلا نام ہے، وہ بہادر۔ اوسے مگر، کسی نے کیوں نام تو صرف مان باب ہی رکھتے ہیں اور تمہارے مان باب بھی ضرور رہے ہوں گے، لہذا تمہارا نام بھی انہوں نے ہی رکھا ہو گا اور یہی

نقلي سانپ سے اس قدر خوف زده یکوں ہے۔ ایسے میں ہماری نظریں دوسرے لوگوں کے چرود پر پڑیں۔ یہ دیکھ کر ہم جiran ہوئے بیٹھنے والے کو نہ صرف وہ پاگل، بلکہ عمد بھی خوف زدہ نظر آ رہا تھا اور اس وقت وہ پاگل بھیگی بنی بن گیا تھا۔ اگر کوئی اس پاگل خانے میں پاگل نظر آ رہا تھا، تو وہ تھا ڈاکٹر طوسی بہادر۔ ڈاکٹر اس کے باسلک نزدیک پہنچ گیا۔ پاگل خود کو جھپٹانے کے لیے اڑپی چوٹی کا زور لگا رہا تھا۔ ایک بار جو اس نے زور لگایا تو ان میں سے کئی گر پڑے، لیکن چھوڑا انہوں نے پھر بھی نہیں اور اسی وقت ڈاکٹر نے سانپ کا منہ پاگل کے لندھے سے کٹا دیا۔ پاگل کے منہ سے ایک بھیانک پیچنے نہیں اور وہ بُری طرح ترپنے لگا۔ اب بیضاں کے علیے اسے چھوڑ دیا تھا۔ وہ گھاس پر پڑا چھل کی طرح ترپ رہا تھا۔ ہم اپنے دنگے کھٹے ہوتے محسوس ہوئے پاگل کی چیخنے تے گویا آسمان سر پر اٹھایا تھا۔ یہ ہونا ک منظر ایک منٹ تک جاری رہا، پھر پاگل بے صہیگا۔ اب ڈاکٹر اس پر چکلا اور اس نے سانپ اٹھا کر جیب میں ڈال دیا۔ ہم جiran تھے کہ وہ سانپ کیا پیڑز ہے۔ اس وقت فیاضن گوگی کا صیدہ باسلک میل اکرم والا لگا۔

”لے جاؤ اسے اور بند کر دو۔“ ڈاکٹر نے نفڑت سے ہونٹ سوارٹے۔

ڈاکٹر میرا اور گروہنڈ سے باہر نکلنے لگا۔ ایسے میں اس کی نظریں ہم پر پڑیں۔ وہ بھائیک اٹھا۔
”اوہ، تو تم لوگ بھی یہاں آگئے۔ چلو جاؤ اپنے کمرے میں، ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہو گا۔“
”لیکن ڈاکٹر صاحب، یہ سانپ کس قسم کا تھا۔“
”یہ یہری ایجاد ہے۔ لندھے کا گوشت اس طرح پکڑ لیتا ہے کہ جان پر بن جاتی ہے۔“ اس نے بتایا اور ہم لرز کر دے گئے۔ تھکے تھے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف چل پڑے۔ نجٹ نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس باد بہت بُرے پہنچتے تھے۔
”اب ہے کام جاؤ ہی کام مزا۔“ آفتاب نے منہ بنایا۔
”جا سوی کام مزا تو ہم لیتے ہی رہتے ہیں۔“ میں نے منہ بنایا۔
”لیکن اس مرتبہ مزا ذرا زیادہ آئے گا۔“ اس نے کہا۔
ہم اپنے ڈربے میں مرغین کی طرح بند ہو گئے۔ یہر ڈہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ واقعات پر عوز کرنے کے سوا یہاں ہم اور کرپی کیا سکتے تھے۔ اگر ہم کسی طرح میسر دنی دروازہ تماش بھی کر لیتے تو بھی باہر نکلنے آسان نہیں تھا۔ ہم کس کس سے ملکر لیتے۔
سوال یہ تھا کہ ڈاکٹر طوسی کر کیا رہا تھا اسے یہاں دیکھ کر اب اس بات میں تو کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ سیٹھ ناشم کے خلاف ضرور کوئی چکر چل رہا ہے اور یہ چکر کیا تھا، اس بات کا ذہن کوئی

موجود ہوں گے یہ
”اپ تو مجھے پاگل دکھائی نہیں دیتے“ میں نے جھرت زدہ ہو
کر کہا۔

”تم بھی قبائل دکھائی نہیں دیتے“ وہ مسلکرایا۔

”ہم تو خیر یہاں بلا وجہ ہی آپنے ہیں۔ اپ کو یہاں کس نے
 داخل کرایا؟“

”اپنے گھر میں ایک بار مجھ پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا تھا۔
 نہ جانے کیا ہو گیا تھا۔ بس پھر میں نے اپنے آپ کو یہاں پایا۔
 جب بھی میرا بیٹا یہاں آتا ہے، میں اسے پوری طرح یقین دلانے
 کی کوشش کرتا ہوں کہ اب میں بالکل پاگل نہیں رہا، میرے بیٹے،
 مجھے گھر لے چلو۔ وہ ڈاکٹر سے بات کرتا ہے، میکن ڈاکٹر ہمیشہ یہی
 کرتا ہے، ابھی میرا پاگل پن پوری طرح دور نہیں ہوا، دورہ پڑ
 وقت بھی پڑ سکتا ہے۔ یہ الفاظ سن کر مجھ پر سچ قیح دورہ پڑ
 جاتا ہے اور میرے پچے کو مایوس ہو کر جانا پڑتا ہے۔ اب تم
 ہی کو، کیا میں پاگل نظر آتا ہوں؟“

”بالکل بھی نہیں“ میں بڑھایا۔ ذہن ابھت جا رہا تھا۔
 آفر سٹور روم کی تلاش میں بالکل کھڑا ہوا۔ لاستے میں ایک نرس
 مل گئی۔ اس نے جھرت بھری نظروں سے میری طرف دیکھا اور بولی:
 ”کون ہوتا اور ہسپتال میں مطرکشت کس سلے میں کو رہے ہو؟“

جباب نہیں مسے رہا تھا۔ ہاں پچھلے باتیں ضرور پیش نظر تھیں، ایک
 تو یہ کہ اس ہسپتال میں جتنے بھی پاگل تھے۔ سب زیادہ عمر کے
 تھے، نوجوان کوئی بھی نہیں تھا اور سیمہ نامہ بھی اوپر ہوتے۔

”میں پانچ ماہ کے اخبارات کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔ یہ
 کیس مل کرنے کے لیے ان کی مدد بہت ضروری ہے“ کافی دیر کی
 سوچ بچار کے بعد میں نے کہا۔

”اپ ابھی تک کیس مل کرنے کے پکڑیں ہیں۔ یورت ہے۔
 اپ کو تو یہاں سے بچ ملنے کی فکر کرنی چاہیے تھی“ اخلاق نے
 کہا۔

”میں یہ بات بھی سوچ رہا ہوں، فکر نہ کرو۔ سوال یہ ہے کہ
 یہاں اخبارات کماں سے لائیں؟“
 ”پاگلوں کو اخبارات پڑھنے کے لیے دیے تو جاتے ہوں گے۔“
 اشفاق نے پر خیال لجھ میں کہا۔

”ٹھہرو، میں معلوم کرتا ہوں：“
 میں نے کما اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ دوبارہ دروازے پر تالا
 نہیں لگایا گیا تھا۔ میں ساتھ والے کمرے کی سلاخوں سے جا لگا۔
 ”آپ کے پاس اخبارات تو ہوں گے؟“
 ”نہیں، سب پاگلوں کو اخبارات تھوڑی دیر کے لیے دیے جاتے
 ہیں، پھر واپس لے لیے جاتے ہیں۔ سٹور روم میں اخبارات ضرور

"میں نی نیا پاگل ہوا ہوں، ذرا سٹور روم میک جا رہا ہوں۔ اخبار
دیکھوں گا۔ شاید میرے پاگل ہونے کی بھی کوئی خبر شائع ہوئی ہو۔
اسی خبر پڑھ کر میں بہت خوش ہوں گا۔" میں مسکا کر رہا تھا اور اس نے سٹور روم کی طرف اشارا کر دیا۔ میں تیز تیز
قدم اٹھاتا اندر چکس گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ اب میں تھا اور اخبارات کا
ایک ڈھیر تھا۔ میں ان میں سے صرف پاگل ہو جانے کی خبریں پڑھ رہا تھا۔
ان میں کئی لوگوں کے پاگل ہونے اور طویل ہسپتال میں داخل ہونے کی
خبریں موجود تھیں، میکن سیلہ ہاشم کے پاگل ہونے کی کوئی خبر نہیں تھی، جب کہ
سیلہ ہاشم نے ہمیں راجح محل کا نام بتانے کی کوشش کی تھی۔ جس کا مطلب ہے
تھا کہ وہ بھی اس ہسپتال میں آچکا تھا۔ میں اخبارات دیکھتا چلا گی۔ میاں تھک رہ اخبارات
ختم ہو گئے اور میں ہاتھ چادر لٹکھا ہوا۔ باہر نکلا تو حملات مول پر تھے؛ کویا کسی نے
اس بات کو جانتے کی کوشش نہیں کی تھی کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔ اشفاعی، اخلاق
اور آفتاب بہت بے صہبی سے یار انتفار کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی۔
"ہاں تو کیا رہا بھائی جان؟" آفتاب نے بے صہبی کا مظاہرہ کیا۔

"بہت کچھ رہا، میں جان لیکی ہوں، یہاں کیا ہو رہا ہے۔
اب میں کسی دلکشی مرح یہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش کرنی چاہتے
اور ہم یہ کوشش رات کو کریں گے۔" میں نے فیصلہ کر انداز میں کہ
یکن ہم اس رات فرار نہ ہو سکے۔ رات کے وقت ہمیں
یہ بات معلوم ہوئی کہ دن کے وقت کوئی نگران نہ کرتا نظر نہیں

ہیا تھا، یہیں رات کی تاریخی پہیتے ہی کئی نگران نظر آئے۔ ان کی
نظر خاص طور پر ہم پر تھی؛ کوئی دیگر ہو پسے ہی جانتے تھے کہ ہم رات
کو فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ اب تو ہم بہت گھبرائے، پھر
فیصلہ ہوا کہ صبح نکل بھاگا جائے۔ صبح بھی ہم پچھڑنے کر سکے۔ راتے
فکر اور بے قراری کے ہمارا جزا حال تھا۔ اب ہماری غیر عاطفی کے
باۓ میں ہمارے گھر والوں کو معلوم ہو چکا تھا۔ ارشد کی والدہ بھی
ہمارے گھر پہنچ گئی ہو گئی اور اب آجان ہمیں ادھر ادھر تلاش کرتے
پھر رہے ہوں گے۔ میکن بھلا یہاں کس طرح۔۔۔

میرے خیالات جہاں تھاں رہ گئے۔ اسی وقت بھاری قدر میں
کی آواز سنائی دی۔ ہم نے نظریں اٹھائیں تو طویل بھاڑ کو
آتے دیکھا۔ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ ان میں اب آجان
نکل فارانی اور پروفیسر جیلانی کو دیکھ کر ہماری آنکھیں چک اٹھیں۔
چھر دل پر رونق آگئی۔ اتنے میں طویل بھاڑ قریب آگئی اور بولا:
"ہسپتال میں اس وقت یہ چار پاگل رہ کے ضرور داخل ہیں۔
ان کے علاوہ کوئی نہیں۔ جنیں آپ تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اگر
یہ وہی ہیں تو مجھے بہت خوشی ہو گی۔"

"یہ باکل وہی ہیں۔" اب آجان بولے۔

"اے اچھا، جرأت ہے۔ پھر وہ کون تھا جو انہیں ہسپتال
میں داخل کرائی۔ یہ کہ کہ ان پر پاگل پن کے دورے پڑتے

ہیں۔ اس نے ہسپتال کی ایک ماہ کی فیس بھی ادا کی تھی۔ طوسی بدلہ
کے بھے میں یہ رفتار تھی۔

”پتا نہیں، وہ کون تھا۔ ہم تو آپ پر جس سے جا کا مقدمہ
کریں گے۔“ اب آجان نے منہ بنایا۔

”اوہ، ضرور ضرور۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ ڈاکٹر طوسی
نے کندھے اچلائے۔

”آؤ بھائی چلیں۔“ اب آجان ہم سے بولے۔
ہم کمرے سے مکلن آئے۔ اب آجان کے ساتھ پکھ اور لوگ
بھی تھے۔

”آپ کے ساتھ اور کون لوگ ہیں اب آجان؟“
”محکمہ سراغنسانی کے پکھ اہم آفسر ہیں۔ کیوں، تم کیوں پوچھ
رہے ہو؟“ انہوں نے چہرہ ہوا کر کہا۔

”بس ایسے ہی۔ چلیے، ہم چلنے کے لیے تیار ہیں۔“
ہم ان کے ساتھ باہر نکلنے آئے۔ ڈاکٹر کے ایک آدمی نے
باہر نکلنے میں ہماری مدد کی، ورنہ داستہ بہت پیچیدہ تھا۔ باہر دو
جیپیں اور دو کاریں کھڑی تھیں۔ جب ہم ان کے نزدیک پہنچ گئے
اور ہسپتال کا ملازم وابس چلا گیا تو میں نے کہا۔

”ہم وابس نہیں جائیں گے اب آجان۔“
”وابس نہیں جائیں گے، تو کیا پاگل فانے میں ہی رہو گے؟“

ان کے بھے میں یہ رفتار تھی۔
”بھی نہیں، پروگرام کچھ اور ہے۔ پہلے تو یہ بتائیئے، آپ

لوگ یہاں تک پہنچ کیسے گئے؟“

”جب تم لوگ رات گئے تک واپس نہ آئے تو مجھے بہت
فکر ہوتی۔ صبح میں نے تمہاری تلاش شروع کی۔ ذرا فی بھی
یہرے ساتھ شامل ہو گئے۔ یعنی اسی وقت ارشد دفتر پہنچ گیا۔ اس
لئے بتایا کہ اسے جنگل میں ایک مکان میں قید کر دیا گیا تھا۔
صبح اس کا دروازہ کھلا ملا اور وہ بھاگ آیا۔ اس دوران میں
ادھر ادھر فون کرتا رہا تھا۔ پروفیسر صاحب کو فون کیا تو انہوں
نے چونکے ہوئے انداز میں بتایا کہ انہوں نے تم لوگوں کو راج
 محل کا پتا بتا دیا تھا۔ مجھے یاد آگی کہ راج محل کا پتائشان
تم مجھ سے بھی پوچھ چکے تھے۔ اس طرح ہم نے اندازہ لگایا کہ
ہو نہ ہو، تم چاروں راج محل میں قید ہو اور ہمارا اندازہ درست
مخلص۔ احتیاط! ہم محکمہ سراغنسانی کے چند دوستوں کو بھی ساتھے
آئے تھے، لیکن یہ کیا بات بھوئی کہ تم اب واپس نہیں جاؤ گے۔
یہاں تک کہ کر اب آجان خاموش ہو گئے۔

”بھی ہاں، پس چاہتا ہوں۔ طوسی بہادر کو گرفتار کر لیا
جائے۔ یہاں جتنے بھی لوگ بطور پاگل قید ہیں، انہیں رہا کر
دیا جائے۔ رہا ہونے کے بعد وہ جو جو بیان دیتے ہیں، تو وہ

کر لیے جائیں۔ اس وقت ایک بہت خوف ناک حقیقت سامنے آئے گی۔

”صاف صاف بتاؤ، کیا کہنا چاہتے ہو؟“ ایسا جان نے مجھے گھورا۔

”میکہ بہتر یہ ہو گا کہ طوسی پہادر کے راج محل کی نگرانی کروانی جائے اور پسے جنگلو کو گرفتار کر کے اس شخص کا بیان بیا جائے جو سیٹھ ناٹھ بنا ہوا ہے، حالانکہ وہ میاں اکرم ہے۔“

”پتا نہیں، تم کیا کہہ رہے ہو؟“ ایسا جان بھٹاکر بولے۔

”اچھا تو پھر سنینے۔“ میں نے کہا اور پوری تفصیل سنا دی۔ ساری کہانی سن کر وہ سب سوتھ میں ڈوب گئے۔ میں نے اپنے اذانے بھی ان کے سامنے رکھے اور اخبارات میں جو کچھ نوٹ کیا تھا، وہ بھی بتایا۔ ان کی ہنچیں یہرت اور خوف سے چھپلیتی چلی گیئیں، آخر ایک آفیسر بولے۔

”ان حالات میں شوکی کی تجویز پر عمل کرنا مناسب ہو گا۔“ انہوں نے چند فون کیے۔ ٹھوڑی دیر بعد راج محل کی نگرانی شروع ہو چکی تھی اور ہم سیٹھ ناٹھ کے گھر کا رخ کر رہے تھے۔ گھنٹی کی آواز سن کر روٹ درواڑے پر آیا اور اتنے بہت سے لوگوں کو دیکھ کر یہ ران ہوتے بغیر نہ رہ سکا۔ ہمیں دیکھ کر اس نے پلکیں بھی جھپکائیں۔

”ہمیں آذ مصاحب سے ملتا ہے۔ کیا جنگلو بھی گھر میں ہے؟“

”جی ہاں، ہے۔“

”آئیے، اندر چلیں۔ چلو بھی، انہیں جا کر اطلاع دیشے کی ضرورت نہیں۔ ہم خود ہی چلتے ہیں۔“ آفیسر نے ملازم سے کہا۔

”جی، کیا مطلب؟“ وہ چونکہ اٹھا۔

”کچھ نہیں، آؤ تم۔“ انہوں نے کہا اور ملازم ہٹکا بھا اندر کی طرف چلا۔

اندر داخل ہونے کے بعد ہم نے سیٹھ ناٹھ کے کمرے کا رخ کیا۔ انکل خوارانی چند آفیسرز کے ساتھ آذ جمال کے کمرے کی طرف چلے گئے۔

سیٹھ ناٹھ آرام کرسی میں بیٹھے تھے اور جنگلو ایک صوفی میں دھنسا اونگھ رہ تھا۔ قدموں کی آہٹ سن کر زور سے چونکا اور پھر سب کو دیکھ کر دونوں کی آنکھیں یہرت سے پھیل گئیں۔ ہم پر نظر پڑتے ہی سیٹھ ناٹھ مسکرا دیے۔

”کیا مطلب، آپ لوگ بغیر اجازت اندر کس طرح آگئے؟“ جنگلو نے بڑا سائز بنایا۔

”بغیر اجازت نہیں، ملازم کے ساتھ اندر آتے ہیں۔ دیسے اب اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمہاری گرفتاری کا وارثت ہمارے پاس ہے اور۔۔۔“

”جی۔۔۔“

اسی وقت قدموں کی آواز اپھری اور آذر جمال آتا نظر آیا۔

اس کے چہرے پر بھی حیرت کے بادل تھے۔

"آخر یہ سب کیا ہے؟" اس نے آتے ہی کہا۔

"آپ نے ہی تو ہمیں یہ کیس حل کرنے کو کہا تھا، سو ہم نے کیس حل کر دیا۔" میں نے شوخ آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ بولا۔

"بات دراصل یہ ہے جناب کہ آپ کو اور جنگلو کو گرفتار کیا جائے ہے۔" میں نے پر سکون انداز میں کہا۔

"کیا کہا، مجھے اور جنگلو کو جنگلو کو گرفتار کرنے والی بات تو کسی صورت درست ہو سکتی ہے، لیکن میں نے کیا کیا ہے۔

مجھے کس خوشی میں گرفتار کیا جائے ہے۔" اس نے ہمراں ہو کر کہا۔

"آپ کو ہی نہیں، اور بھی بہت سے نوجوانوں کو گرفتار کیا جائے اور ساتھ ہی ڈاکٹر طوسی بہادر کو بھی۔"

"یہ تم کیا کہ رہے ہو؟" آذر جمال نے بوکھلا کر کہا۔

"میں بالکل ٹھیک کہ رہا ہوں۔ آپ اور آپ جیسے بہت سے نوجوان جو اپنے ماں باپ سے تنگ آجائے ہیں۔ ان سے چھکارا پانے کی ترکیبیں سوچتے رہتے ہیں، مبتا کہ کسی طرح ان سے پہچا چھوٹ جائے تو عیش و عشرت کی زندگی بسرا کریں، اپنی

مہنگی سے فرق کریں، کھائیں پہیں، راتوں رات دولت مند بن جائیں۔ ہم نوجوانوں کے دلوں میں اس قسم کی بے ہودہ خواہشات جاگتی رہتی ہیں ڈور باپ انہیں جلد فوت ہوتے نظر نہیں آتے، وہ مجرماۃ طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ سوچتے ہوئے کہ اس کا انجام کیا ہو گا، نہ صرف اس دنیا میں، ملکہ اگلی دنیا میں بھی۔ ماں باپ کی خدمت نہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے۔ ہاں تو ایسے نوجوانوں کے یہے ڈاکٹر طوسی بہادر کے شیطانی ذہن میں شیطانی منصوبہ آیا۔ اس نے پاگلوں کا ایک ہسپتال کھولا اور اخبارات میں جیب و غیرہ قسم کے اشتہارات دینے لگا۔ یہ اشتہارات اشارا تھے، اس بات کی طرف کہ اگر آپ اپنے دوست مند باپ سے چھکارا پانا چاہتے ہیں تو ان کی خدمات حاصل کریں۔ اشتہارات کے المعاون پکھا اس قسم کے ہوتے تھے۔

آپ کے شریں داعی مریضوں کی آخری علاج گاہ۔ ایک بار آپ اپنے کسی پاگل غریز کو داخل کرائے ہمیشہ سکھ کی نیند سو سکتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے ازو کے اشتہارات نے ایسے نوجوانوں کو فوری طور پر اپنی طرف متوجہ کر دیا۔ انہوں نے ڈاکٹر طوسی بہادر سے رابطہ قائم کیا اور اس کے خیالات جانتے کے بعد فوری طور پر یہ فیصلہ کرنے لگے کہ ان کے والد پاگل ہیں یا نہیں، پاگل خانے میں داخل ہو کر مفرور پاگل ہو جائیں۔

گے اور اس طرح وہ بغیر کوئی مجرمانہ خطرہ مول یہے دوست حاصل کریں گے۔ پھانچہ ڈاکٹر طوسی بہادر کا ہسپتال ترقی کرنے لگا۔ اس وقت بھی اس ہسپتال میں پکیں کے قریب پاگل موجود ہیں، آذر جال بھی ایسے ہی بنفیسب میٹوں میں سے ایک ہے۔ اس نے بھی اپنے باپ کو اسی ہسپتال میں داخل کرا دیا تھا، میکن پونک اس کے والد ایک بڑے سیاسی یڈر بھی ہیں، شور پنج سکتا تھا، امدا سیٹھ ناشر کی جگہ گھر میں ایک نقی سیٹھ کو رکھا گیا۔ میاں بو شخض سیٹھ ناشر بننا بیٹھا ہے۔ دراصل وہ میاں اکرم ہے اور یہ میاں اکرم بھی مجرمانہ زندگی گزارتا رہا ہے۔ اس کے بارے میں طوسی بہادر کو معلوم ہو گا؛ پھانچہ اس نے اسے پولیس کے ہوتے گرتے کی دھمکی دے کر سیٹھ ناشر کا روپ ادا کرنے پر مجبور کیا۔ اس طرح یہ چکر شروع ہوا۔ جنگو کو اس کے ہمراپر مسلط کر دیا گیا، تاکہ نہ تو وہ کسی سے ملاقات کر سکے اور نہ فون پر کسی کو حالات بتا سکے۔ دوسرا طرف جنگو جیسے آدمی کے ذریعے اسے سخت خوف زدہ بھی کر دیا گیا۔ ہسپتال میں ڈاکٹر طوسی بہادر بھی ایسے مریضوں سے بہت خوف تاک انداز میں پیش آتا ہے۔ نقلی سیٹھ لا گھر سے نکلا بھی بند ہو گیا۔ وہ نکلتا بھی تو جنگو سائے کی طرح ساتھ ہوتا۔ اوصر میاں اکرم اس ادھیر بن میں مبتلا تھا۔ کہ اس گھناؤنی سازش سے حکام کو کس طرح خبردار کیا جائے۔

ہر خر اس نے ہم سے ملنے کا پروگرام بنایا اور نہایت خاموشی اور ہوشیاری سے بنایا۔ دو دن پہلے یہ سیر کے بنانے کم سے نکلا اور اچانک ہمارے دفتر کے سامنے رک گیا، یہکن پھر ہماری ٹرولوں کو دیکھتے ہوئے کچھ تباہے بغیر ہی چلا آیا۔ اس طرح ہم اس معاملے میں دل چسپی لینے پر مجبور ہوئے۔ یہ ہے کل کہانی۔ ہسپتال میں بو شخض فیاض گوگی کے نام سے پاگل موجود ہے۔ دراصل وہ سیٹھ ناشر ہیں۔ دونوں کا حلیہ ملتا جلتا ہے، کچھ میک اپ سے کام یا گیا ہے۔ میاں اکرم کے چہرے کا اگر میک اپ کا کوئی باہر جائزہ لے تو یہ بات ثابت ہو جائے گی یہ میں خاموش ہو گیا۔

”بہت خوب، یہ واقعی ایک شاذار کارتانہ انجام دیا ہے آپ لوگوں نے۔ اب ہم راجح محل چلیں گے، کیونکہ طوسی بہادر کو گرفتار کرنا ہے۔ اس کے علیے کوئی اور ان نوجوانوں کو بھی جن کے باپ اس پاگل خانے میں ایڑیاں رکھ رہے ہیں۔ آپ بھی اس حکم میں ہمارے ساتھ ہوں گے۔“

”جی بیتر، بھلا ہیں کیا اعزاض ہو سکتا ہے۔“ میں نے خوش ہو کر کہا

گرفتاریاں مکمل ہونے کے دوسرے دن سب سے پہلے ہمیں سیٹھ ناشر کا فون موصول ہوا، کہہ رہے تھے:

”میں اس کیس میں کامیابی پر آپ کو نہ صرف سمارکار

دیتا ہوں، بلکہ اپنی طرف سے ایک لاکھ روپے کا چیک بھی بیجع
رہا ہوں۔ امید ہے، یہ کم محسوس نہیں ہو گا۔ یہ بھی بتاتا چلوں
کہ جنگلو میاں اکرم کو کسی نشہ آور دعا کا انجلشن ہر روز دیتا رہا
ہے۔ جس دن بھی وہ انجلشن نہیں دیتا تھا، اسی دن اس کی
حالت بگڑ جاتی رہتی اور یہ دوسرے دن کو دکھانے کے لیے کیا جاتا
تھا۔

”مل، یکن۔ یکن جناب، یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ ایک
لاکھ روپے کا چیک۔ ہم نے تو صرف پانچ ہزار روپے میں معاملہ
لے کیا تھا۔ میں نے بوکھلا کر کما
وہ تو معاملہ طے ہوا تھا، اس ناہنجار آذر سے۔ یہ معاملہ
میں طے کر رہا ہوں آپ سے۔“

”سودی سر، ہم ایک لاکھ روپے کا چیک ہرگز دصول نہیں
کر سکتے۔ ہمارے والد اس کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتے۔
ہاں، ہم پانچ ہزار ضرور میں گے۔“

”افسوس، میں پانچ ہزار نہیں دوں گا۔ آپ کو ایک لاکھ ہی
لینتے ہوں گے۔ نیہر میں خود آ رہا ہوں۔ آپ کے ابا جان سے
میں خود ہی بات کروں گا۔“ ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے
رسیور رکھ دیا۔ یعنی اسی وقت فون کی لکھنی پھر بجئے گئی۔
”بھی فرائیے، اور کیا بات رہ گئی ہے؟“ میں نے کہا۔

”کیا مطلب؟“ دوسری طرف سے کھڑی سی زادستی
دی۔

”اوہ، معاف کیجیے گا۔ ابھی ابھی ایک صاحب سے
فون پر بات ہو رہی تھی۔ میں سمجھا، انہوں نے ہی پھر فون
کیا ہے۔“

”ہوں، کیا شوکی صاحب بات کر رہے ہیں؟“ میں
”بھی صرف شوکی۔ میں صاحب و احباب نہیں ہوں۔“ میں
نے فوراً کہا۔

”اور میں ایک پالگی ہوں راج محل کا۔ میں آپ لوگوں
کو کچھ انعام دینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی
وجہ سے ہی اس مصیبت بھری ذمہ کی سے بخات مل ہے۔“
”تو آپ بھی انعام دینا چاہتے ہیں۔“ میں نے بوکھلا
کر کہا۔

”بھی ہاں، بایکل۔“

”اوہ کتنا؟“ میں نے یونہی پوچھ دیا۔
”کم از کم پچاس ہزار روپے۔ آپ زیادہ پسند کریں تو
زیادہ بھی دے سکتا ہوں۔“

”اڑے بآپ سے۔ تب تو ہم مارے گئے۔“
”بھی کیا مطلب، مارے کیسے گئے؟“

"یہیں تشریف لے آئیے، معلوم ہو جائے کہ کیسے مالے
گئے۔" میں نے مسمی صورت بنا کر کہا اور رسید رکھ دیا۔ فوراً
ہی پھر گھنٹی بجئے لگی۔ اس مرتبہ ایک اور سیمٹھ صاحب پایا
کہ رہے تھے اور یہی بات کہہ رہے تھے۔ میں بوکھلا اٹھا۔
اشفاق اور اخلاق بھی بوکھلا گئے؛ البتہ آفتاب کا چہرہ بوش
کی وجہ سے سرخ ہو گیا۔ اس نے کانپتی آوازیں کہا۔

"اے خدا، اگر سب سابقہ پاگل ہمیں انعام دینے پر
تل کے تو کیا ہو گا؟" یہ کہہ کر وہ یہ خوف ناک خوشخبری
سنائے اندر دوڑا۔ جلد ہی ابا جان اور امی جان بھی دفتر میں آ
گئے۔ ہم نے انہیں ساری صورتِ حال سمجھائی۔ امی جان تو حمل
پڑیں۔ ایک دم بویں:

"یہ کیا تم نے شاہی کیس حل کیا ہے؟"
اسی وقت گھنٹی ایک بار پھر بجئے لگی۔ معلوم ہوا، ایک
اور سیمٹھ صاحب انعام دینے کے نیئے تشریف لارہے ہیں اور
پھر سب سے پہلے ہمارے دفتر کے سامنے سیمٹھ بامشم کی کار
آگزد کی۔ ادھروں اندر داخل ہوتے، ادھ فون کی گھنٹی پھر
بجئے لگی۔

میں نے سر پکڑ دیا۔ آفتاب نے شوخ انداز میں مسکراتے
ہستے رسید اٹھایا اور پولا:

"ایسے فون سنتا آپ کے بس لا روگ نہیں۔ یہ کام میں
آپ سے بہتر کر لون گا۔
اود شاید وہ طیک ہی کہہ رہا تھا۔ اس کے بعد ہمارے
ساتھ بوجکھہ ہوا، بیان سے باہر ہے۔



آئندہ ناول کی ایک جھلک

۲۰ می کو پڑھیے | قمت ۱۰ روپے

محمود، فاروق، فرزانہ اور انپکٹر جمشید سیرزینٹ

کیمرے کا راز

مصنف: اشتیاق احمد

- انپکٹر جمشید کی جیپ اعظم بگر کی طرف اٹھی جا رہی تھی۔
- خان رحمن نے اپس اعظم بگر آنے کی دعوت دی تھی۔
- خان رحمن کو ان کے دوست اکرم حیدری نے اعظم بگر بلایا تھا۔
- وہ اعظم بگر کیوں جمع ہوتے۔
- اعظم بگر میں کیا معاملہ درپیش تھا۔
- ایک یکمرے کا پچکر۔
- اور پھر یکمرے کا راز آپ ناول پڑھ کر، ہی جان سکیں گے۔ آپ حیرت زدہ رہ جائیں گے۔

لکن نمبر پر نقد انعامات

- اپنا ناول اپنے پاس محفوظ رکھیے، ہو سکتا ہے، لکن نمبر کا ہی نکل آتے۔
- اب ہر ماہ شائع ہونے والے ہر نئے ناول پر نمبر درج ہو گا۔
- ہر ماہ قرعہ اندازی کے ذریعے ہر ناول کے لکن نمبر کا اعلان کیا جایا کرے گا۔
- اس طرح ہر لکن نمبر پر آپ کو نقد انعام ملا کرے گا۔
- گویا ادارے سے شائع ہونے والے ہر نئے ناول پر نقد انعامات دیے جائیں گے۔
- ہر ماہ ہر ناول اپنے پاس محفوظ رکھنے کے لیے اپنے بک شال پر بیٹھے ہی بکٹ کرائیں یا پھر ادارے سے براہ راست منکوائیں۔

آئندہ ناول کی ایک جھلک

۶۰ مسی کو پڑھیے | قیمت ۰۰ رواپے

شوکی سیرینز۔

آنگلی کی قیمت

مصنف : اشتیاق احمد

- اس بار شوکی برادرز کو ایک عجیب کیس ملا۔
- ایک عجیب و غریب آدمی سے ملے۔
- اس آدمی نے بڑا عجیب چکر چلایا۔
- شوکی برادرز اس کیس سے کس طرح نپٹنے میں کامیاب ہوئے، آپ بے ساختہ مسکراتیں گے۔
- شوکی برادرز کی ذہانت دیکھ کر آپ عشق کر انھیں گے۔
- ایک آنگلی کی قیمت کا معاملہ۔
- حیرتوں کا طوفان یہے ایک کہانی۔
- آخر میں آپ دھک سے رہ جائیں گے۔

اشتیاق احمد



کے سننی نیز، جنگلہ آر امزاج اور جائوں کی
سے بھرپور ناول

۱۔	بچکر جنتی سیرہ	۲۹۱
۲۔	جنی خاص نہ	۲۹۲
۳۔	ناؤں کا تھنڈا	۲۹۳
۴۔	ناؤں کا تھنڈا	۲۹۴
۵۔	ایک دلشیکھ مال	۲۹۵
۶۔	نہر طارکو	۲۹۶
۷۔	ایک دلشیکھ مال	۲۹۷
۸۔	نہر طارکو	۲۹۸
۹۔	دُلچشی	۲۹۹
۱۰۔	خونکی	۳۰۰
۱۱۔	کیوں خاتم	۳۰۱
۱۲۔	کیوں خاتم	۳۰۲
۱۳۔	کیوں خاتم	۳۰۳
۱۴۔	کیوں خاتم	۳۰۴
۱۵۔	کیوں خاتم	۳۰۵
۱۶۔	کیوں خاتم	۳۰۶
۱۷۔	کیوں خاتم	۳۰۷
۱۸۔	کیوں خاتم	۳۰۸
۱۹۔	کیوں خاتم	۳۰۹
۲۰۔	کیوں خاتم	۳۱۰

اس
ماہ
کے
ناول

۱۔	بچکر جنتی سیرہ	۳۹۳
۲۔	جنی خاص نہ	۳۹۴
۳۔	نہنہ مقتول	۳۹۵
۴۔	آفی اتر	۳۹۶
۵۔	کمرے کا راز	۳۹۷
۶۔	خونکی	۳۹۸
۷۔	خونکی	۳۹۹
۸۔	خونکی کی قوت	۴۰۰
۹۔	سی دلوں پر زندگی	۴۰۱
۱۰۔	کوسا پور	۴۰۲
۱۱۔	نوجوانی امتحان	۴۰۳
۱۲۔	خون کی چوری	۴۰۴

ایمداد
ماہ
کے
ناول

اشتیاق پہلی کیشنز

۹ نصیر آباد - مسلم پورہ - سانده کلاں، لاہور - فون: ۳۲۱۵۳۷

برائی آفس بازار لوهاری - جنگ صد - فون: ۳۲۹۵